بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ　وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

سیرت النبیؐ نمبر

ہفت روزہ
بدر
قادیان

The Weekly
BADAR Qadian

شمارہ 25-24

شرح چندہ
سالانہ 550 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا 80 ڈالر امریکن
80 کینیڈین ڈالر یا 60 یورو

جلد 66
ایڈیٹر
منصور احمد
نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
تنویر احمد ناصر ایم اے

26-19 رمضان 1438 ہجری قمری　22-15 احسان 1396 ہجری شمسی　22-15 جون 2017ء　Postal Reg. No. GDP/001/2016-18
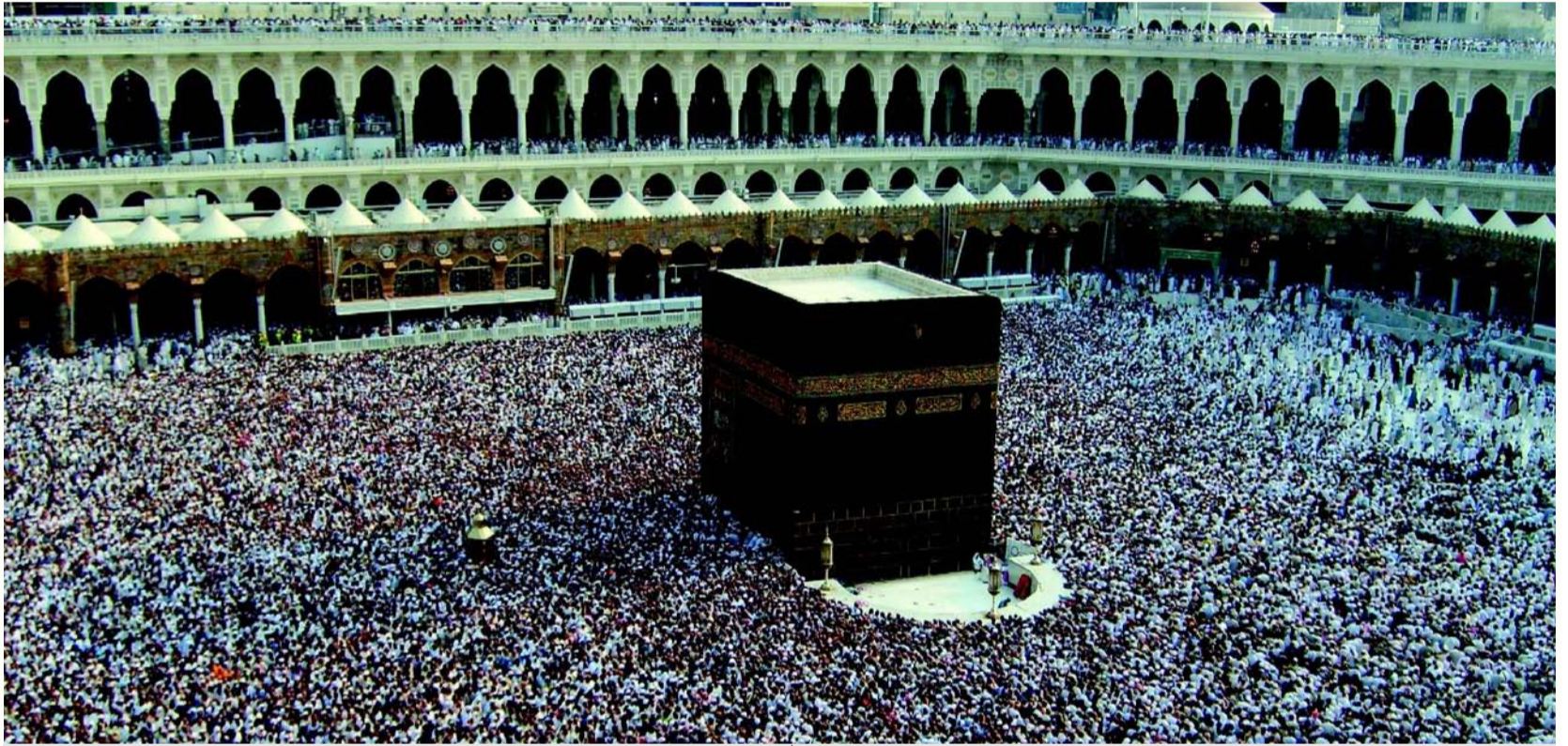
خانہ کعبہ و مسجد الحرام (مکہ مکرمہ)

مسجد نبویؐ (مدینہ منورہ)

حضور انور پارلیمنٹ ہِل کینیڈا سے باہر تشریف لاتے ہوئے

حضور انور کینیڈین پارلیمنٹ کے اندرونی حصہ کا مشاہدہ کرتے ہوئے

17-اکتوبر 2016 کو کینیڈین پارلیمنٹ 'پارلیمنٹ ہِل' میں مختلف منسٹرز حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دائیں طرف تیسرے نمبر پر پرائم منسٹر جسٹن ٹروڈو بھی تشریف رکھتے ہیں۔ حضور انور نے سال 2012ء میں جسٹن ٹروڈو سے ایک ملاقات میں کہا تھا کہ آپ پرائم منسٹر بنیں گے

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

خاتم النّبیین کی حقیقی تشریح
سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 41 میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین کے عظیم الشان خطاب سے نوازا۔ خاتم النبیین کا مطلب ہے (1) تمام نبیوں سے افضل۔(2) وہ نبی جس میں نبوّت اپنے تمام وکمال کو پہنچ گئی ہو جس کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ۔(3) نبیوں کی مہر، کیونکہ خاتم کا ایک مطلب مہر بھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رُوحانیت کا کوئی بھی مقام ومرتبہ آپؐ کی مُہرِ تصدیق کے بغیر کسی کو نہیں مل سکتا۔ اس کی تصدیق یہ آیت کرتی ہے قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ یعنی تُو کہہ دے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تم سے محبت کرے تو تُم میری پیروی کرو اس کے نتیجہ میں اللہ بھی تم سے محبت کرنے لگے گا۔ پس جبکہ اللہ کی محبت آپؐ کی پیروی پر موقوف ہے تو رُوحانیت کا کوئی مقام ومرتبہ ملنا آپؐ کی پیروی یا آپؐ کی مہرِ تصدیق کے بغیر کیسے ممکن ہے۔(4) خاتم النبیین کا ایک مطلب ہے نبیوں کا رُوحانی باپ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپؐ کے جسمانی باپ ہونے کی نفی کی ہے۔ کیونکہ جسمانی باپ ہونا ایک ادنیٰ درجہ ہے۔ البتہ رُوحانی باپ ہونا ایک بہت بڑا درجہ ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب کی آیت نمبر 41 میں جہاں آپؐ کے جسمانی باپ ہونے کی نفی کی ہے وہاں آپؐ کو تمام نبیوں کا رُوحانی باپ قرار دیا جو ایک عظیم الشان مقام و مرتبہ ہے۔(5) خاتم النبیین کا ایک مطلب یہ ہے کہ آپؐ آخری شرعی نبی ہیں۔ آپؐ کے بعد اب کوئی شرعی نبی نہیں آسکتا اور نہ کوئی شرعی کتاب آسکتی ہے۔ قرآن آخری شریعت ہے، قیامت تک کے لئے ہے اور آپؐ آخری شرعی نبی تمام بنی نوع انسان کے لئے، تمام دُنیا کے لئے ہیں۔ لیکن آپؐ کی پیروی میں اور آپؐ کی غلامی میں نبی آسکتا ہے جس کی تصدیق یہ آیت کرتی ہے وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا ؕ یعنی جو کوئی بھی اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا وہ نبی، صدیق، شہید اور صالح، ان میں سے کوئی بھی انعام پا سکتا ہے۔ اگر کہو کہ نبی نہیں بن سکتا جیسا کہ ہمارے غیر احمدی بھائی کہتے ہیں تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ صدیق، شہید اور صالح بھی نہیں بن سکتا۔(6) خاتم النبیین کے معنوں میں یہ مفہوم بھی داخل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال اطاعت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اپنے الہام وکلام سے بھی مشرف فرماتا ہے، کیونکہ جس نبی کی پیروی کے نتیجہ میں نبوت مل سکتی ہے اس کی پیروی کے نتیجہ میں مکالمات الٰہیہ کا شرف کیوں نصیب نہیں ہوسکتا۔ اگر پہلے نبیوں کی پیروی کے نتیجہ میں مکالمات الٰہیہ کا شرف نصیب ہوتا رہا ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے نتیجہ میں یہ شرف بدرجہ اولیٰ نصیب ہونا چاہئے۔

خاتم النبیین کے جو معانی ومطالب اُوپر بیان کئے گئے ہیں وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مطابق ہیں۔ ہمارے غیر احمدی بھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اِن معنوں میں ضرور مانتے ہیں کہ آپ سب سے اعلیٰ وافضل نبی ہیں لیکن خاتم النبیین کی تشریح ایسی فرماتے ہیں کہ ساری خوبیاں آپ سے سلب کر لیتے ہیں۔ مثلاً آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ یعنی آپؐ کی پیروی کے نتیجہ میں ظلی، بروزی یا امتی نبی نہیں آسکتا۔ گویا ایک عظیم الشان انعام جس کا دروازہ نہ تو اللہ نے بند کیا اور نہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے، اُس دروازے کو یہ بند کر رہے ہیں۔ اور یہ کہ آپؐ کے بعد وحی و الہام کا دروازہ بند ہو گیا۔ گویا وہ فیض جو پہلی امتوں میں ان کے نبی کے بعد جاری رہا وہ فیض آپؐ نے اپنی امت میں جاری نہیں کیا بلکہ بند کر دیا۔ گویا نبوت بھی بند، الہام وکلام کا سلسلہ بھی بند۔ روحانیت کے سارے راستے انہوں نے بند کر دیئے۔ ذیل میں ہم سیّدنا ومولانا حضرت مسیح موعود ومہدی مسعود علیہ السلام کے کچھ ارشادات عالیہ پیش کرتے ہیں جن میں آپؑ نے خاتم النبیین کی عارفانہ تشریح فرمائی ہے۔

خاتم الانبیاء کا ایک مطلب
آنحضرتؐ کی پیروی کے بغیر مکالمہ الٰہیہ محال وممتنع

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خاتم الانبیاء فرمایا گیا ہے اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ آپ کے بعد دروازہ مکالمات ومخاطبات الٰہیہ کا بند ہے۔ اگر یہ معنے ہوتے تو یہ اُمت ایک لعنتی امت ہوتی جو شیطان کی طرح ہمیشہ سے خدا تعالیٰ سے دُور ومہجور ہوتی بلکہ یہ معنے ہیں کہ براہِ راست خدا تعالیٰ سے فیضِ وحی پانا بند ہے اور یہ نعمت بغیر اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو ملنا محال اور ممتنع ہے اور یہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فخر ہے کہ اُن کی اتباع میں یہ برکت ہے کہ جب ایک شخص پورے

ہفت روزہ بدر "سیرۃ النبیؐ نمبر"

فہرست مضامین — صفحہ

❁❁❁

طور پر آپ کی پیروی کرنے والا ہو تو وہ خدا تعالیٰ کے مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہو جائے۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، صفحہ 353)

ختم نبوت کی ایک لطیف تشریح
آنحضرتؐ کا عظیم الشان رُوحانی باپ کا درجہ

خدا تعالیٰ نے جس جگہ یہ وعدہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں اُسی جگہ یہ اشارہ بھی فرما دیا ہے کہ آنجناب اپنی روحانیت کی رُو سے اُن صلحاء کے حق میں باپ کے حکم میں ہیں جن کی بذریعہ متابعت تکمیل نفوس کی جاتی ہے اور وحی الٰہی اور شرف مکالمات کا ان کو بخشا جاتا ہے۔

جیسا کہ وہ جلّ شانہٗ قرآن شریف میں فرماتا ہے مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مَردوں میں سے کسی کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور خاتم الانبیاء ہے۔ اب ظاہر ہے کہ لٰکِنۡ کا لفظ زبان عرب میں استدراک کے لئے آتا ہے یعنی تدارک مافات کے لئے۔ سو اِس آیت کے پہلے حصّہ میں جو امر فوت شدہ قرار دیا گیا تھا یعنی جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نفی کی گئی تھی وہ جسمانی طور سے کسی مرد کا باپ ہونا تھا۔ سو لٰکِنۡ کے لفظ کے ساتھ ایسے فوت شدہ امر کا اِس طرح تدارک کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا جس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد براہِ راست فیوض نبوت منقطع ہو گئے اور اب کمال نبوت صرف اُسی شخص کو ملے گا جو اپنے اعمال پر اتباع نبوی کی مہر رکھتا ہوگا اور اِس طرح پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا اور آپ کا وارث ہوگا۔ غرض اِس آیت میں ایک طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے کی نفی کی گئی اور دوسرے طور سے باپ ہونے کا اثبات بھی کیا گیا تا وہ اعتراض جس کا ذکر آیت اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الۡاَبۡتَرُ ○ میں ہے دُور کیا جائے۔

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی وچکڑالوی، روحانی خزاین، جلد 19، صفحہ 213)

نبی کو نبی بنانا کیا معنی رکھتا ہے
غیر نبی کو نبی بنانا آنحضرتؐ کے کمال فیض پر دلالت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت مستقلہ جو براہِ راست ملتی ہے اس کا دروازہ قیامت تک بند ہے اور جب تک کوئی اُمّتی ہونے کی حقیقت اپنے اندر نہیں رکھتا اور حضرت محمدؐ کی غلامی کی طرف منسوب نہیں تب تک وہ کسی طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظاہر نہیں ہو سکتا تو اس صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے اُتارنا اور پھر ان کی نسبت تجویز کرنا کہ وہ اُمّتی ہیں اور

باقی صفحہ 14 پر ملاحظہ فرمائیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان مقام و مرتبہ قرآنی آیات کی روشنی میں

❁ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (الاحزاب:41)

ترجمہ: محمد تمہارے (جیسے) مَردوں میں سے کسی کا باپ نہیں لیکن وہ اللہ کا رسول ہے اور سب نبیوں کا خاتم ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔

❁ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ (محمد:3)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اور اس پر ایمان لائے جو محمد پر اُتارا گیا، اور وہی انکے ربّ کی طرف سے کامل سچائی ہے، اُن کے عیوب کو وہ دُور کردے گا اور اُن کا حال درست کردے گا۔

❁ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (آل عمران:145)

ترجمہ: اور محمد نہیں ہے مگر ایک رسول۔ یقیناً اس سے پہلے رسول گزر چکے ہیں۔ پس کیا اگر یہ بھی وفات پا جائے یا قتل ہو جائے تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو بھی اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے گا تو وہ ہرگز اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اور اللہ یقیناً شکر گزاروں کو جزا دے گا۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے ترجمہ قرآن میں فرماتے ہیں: اس آیت کریمہ میں حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا قطعی اعلان کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا کہ محمدؐ بھی اللہ کے رسول ہیں اور رسول سے بڑھ کر کچھ نہیں اور آپؐ سے پہلے جتنے رسول تھے، سب وفات پا چکے ہیں۔ خَلَا کا لفظ جب مطلق طور پر کسی کے متعلق بولا جائے تو اس سے مراد ایسا گزرنا نہیں جیسے کہ مسافر گزرتا ہے بلکہ گزر جانے سے مراد ہے وفات پا جانا۔ پس اگر عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول تھے تو لازماً وفات پا چکے ہیں۔

❁ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫ سِيْمَاهُمْ فِىْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَمَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ ۛۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (الفتح:30)

ترجمہ: محمد رسول اللہ اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کفار کے مقابل پر بہت سخت ہیں (اور) آپس میں بے انتہا رحم کرنے والے۔ تُو انہیں رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھے گا۔ وہ اللہ ہی سے فضل اور رضا چاہتے ہیں۔ سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر انکی نشانی ہے۔ یہ اُن کی مثال ہے جو تورات میں ہے۔ اور انجیل میں ان کی مثال ایک کھیتی کی طرح ہے جو اپنی کونپل نکالے پھر اُسے مضبوط کرے۔ پھر وہ موٹی ہو جائے اور اپنے ڈنٹھل پر کھڑی ہو جائے، کاشتکاروں کو خوش کردے تا کہ ان کی وجہ سے کفار کو غیظ دلائے۔ اللہ نے ان میں سے اُن سے، جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے، مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہوا ہے۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے ترجمہ قرآن میں فرماتے ہیں: اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات بیان فرمائی گئی ہیں ان کو آپؐ کی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ فوراً فرمایا وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ یعنی آپؐ کی خوبیاں ان لوگوں میں بھی سرایت کریں گی جو آپؐ کے ساتھ ہیں۔ خوبیوں میں سب سے پہلی چیز تو یہ ہے کہ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ کفار پر اپنی سخت دلی کی وجہ سے شدید ہوں گے بلکہ کفر کا اثر قبول نہ کرنے کے لحاظ سے انہیں شدید کہا گیا ہے۔ لیکن ان کے دل رحمت سے بھرے ہوئے ہوں گے جس کی وجہ سے مومن ایک دوسرے سے رحمت اور تلطف کا سلوک کرنے والے ہوں گے۔ اور ان کے جہاد کی غرض محض رضائے باری تعالیٰ ہے نہ کہ دنیاوی مال کمانا۔ چنانچہ وہ اللہ کے حضور رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے جھکیں گے اور اس سے فضل یعنی ایسا دنیاوی مال طلب کریں گے جس کے ساتھ رضائے باری تعالیٰ بھی ہو۔ یہ ان کے جہاد کے وہ مرکزی پہلو ہیں جو تورات میں ان کے متعلق بیان کئے گئے تھے۔

اور جہاں تک آنحضرت ﷺ کی امت میں دورِ آخرین میں آنے والے مسیح اور اس کے ماننے والوں کا تعلق ہے ان کی مثال انجیل میں ایسی روئیدگی کے ساتھ دی گئی ہے جو بتدریج بڑھتی ہے اور اپنے ڈنٹھل پر مضبوط ہو جاتی ہے اور اس کو دیکھ کر اس کو بونے والے یعنی خدمت دین میں حصہ لینے والے بہت خوش ہوں گے اور اس کے نتیجہ میں کفار کو ان پر اور بھی زیادہ غصہ آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی جو اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان لائیں گے اور اس سے مغفرت چاہیں گے عظیم مغفرت کی اور اجر کی خوشخبری عطا فرمائی ہے۔

❁ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء:108)

ترجمہ: اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت کے طور پر۔

❁ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (النساء:42)

ترجمہ: پس کیا حال ہوگا جب ہم ہر ایک امت میں سے ایک گواہ لے کر آئیں گے۔ اور ہم تجھے ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

❁ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (النساء:175)

ترجمہ: اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی حجت آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایک روشن کردینے والا نور اُتارا ہے۔

❁ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (الاحزاب:46،47)

ترجمہ: اے نبی! یقیناً ہم نے تجھے ایک شاہد اور ایک مبشر اور ایک نذیر کے طور پر بھیجا ہے۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے اور ایک منور کردینے والے سورج کے طور پر۔

❁ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ (الطلاق:11،12)

ترجمہ: اللہ نے تمہاری طرف ایک عظیم ذکر نازل کیا ہے۔ ایک رسول کے طور پر جو تم پر اللہ کی روشن کردینے والی آیات تلاوت کرتا ہے تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل بجالائے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے۔

...★...★...★...

درود شریف کی اہمیت اور برکات

جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجے گا اس کا جواب دینے کیلئے اللہ تعالیٰ میری رُوح کو واپس لوٹا دیگا

✿ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ اَرُدُّ عَلَیْهِ السَّلَامَ۔

(ابوداؤد کتاب المناسک باب زیارۃ القبور)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجے گا اس کا جواب دینے کیلئے اللہ تعالیٰ میری رُوح کو واپس لوٹا دیگا تا کہ میں اس کے سلام کا جواب دے سکوں۔ (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے والے کو اس درود کا ایسا اجر اور ثواب ملے گا جیسے خود حضورؐ سلام و درود کا جواب مرحمت فرما رہے ہوں)

درود بھیجنے کا طریق

✿ عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْنَا کَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْكَ فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْكَ ؟ قَالَ: قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی، بخاری)

حضرت کعب بن عجرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ آپؐ پر سلام کس طرح بھیجا جائے لیکن یہ پتا نہیں کہ آپؐ پر درُود کیسے بھیجیں۔ آپؐ نے فرمایا تم مجھ پر اس طرح درود بھیجا کرو۔ اے ہمارے اللہ! تُو محمدؐ اور محمدؐ کی آل پر درود بھیج جس طرح تُو نے ابراہیمؑ کی آل پر درود بھیجا اے ہمارے اللہ! تُو محمدؐ اور محمدؐ کی آل کو برکت عطا کر جس طرح تُو نے ابراہیمؑ کی آل کو برکت عطا کی۔ تُو حمد والا اور بزرگی والا ہے۔

جب تم میں سے کوئی نماز میں دعا کرنے لگے تو پہلے اپنے ربّ کی حمد و ثناء کرے، پھر نبی کریمؐ پر درود بھیجے

✿ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا یَدْعُوْ فِیْ صَلٰوتِهٖ لَمْ یُمَجِّدِ اللّٰهَ تَعَالٰی، وَلَمْ یُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: عَجِلَ هٰذَا ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ۔ اَوْ لِغَیْرِهٖ۔ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَأْ بِتَحْمِیْدِ رَبِّهٖ سُبْحَانَهٗ وَالثَّنَآءِ عَلَیْهِ ثُمَّ یُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ یَدْعُوْ بَعْدُ بِمَا شَآءَ۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الدعا)

حضرت فضالہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے ہوئے سُنا۔ نہ اُس نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود بھیجا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ اس نے جلد بازی سے کام لیا ہے اور صحیح طریق سے دعا نہیں کی آپؐ نے اس شخص کو بلایا اور فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز میں دعا کرنے لگے تو پہلے اپنے ربّ کی حمد و ثناء کرے، پھر نبی کریمؐ پر درود بھیجے اس کے بعد حسبِ منشاء دعا کرے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکر گزاری کے طور پر درود بھیجیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی صدق و وفا دیکھئے۔ آپؐ نے ہر ایک قسم کی بدتحریک کا مقابلہ کیا۔ طرح طرح کے مصائب و تکالیف اٹھائے لیکن پروا نہ کی۔ یہی صدق و وفا تھا، جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ اسی لیے تو اللہ تعالے نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب ۵۷) ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے رسول پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم درود و سلام بھیجو نبیؐ پر۔

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کے لئے کوئی لفظ خاص نہ فرمایا۔ لفظ تو مل سکتے تھے لیکن خود استعمال نہ کیے۔ یعنی آپ کے اعمال صالحہ کی تعریف تحدید سے بیرون تھی۔ اس قسم کی آیت کسی اور نبی کی شان میں استعمال نہ کی۔ آپ کی روح میں وہ صدق و وفا تھا اور آپ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکر گزاری کے طور پر درود بھیجیں۔‘‘ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 23)

افاضہ انوار الٰہی میں محبت اہل بیت کو بھی نہایت عظیم دخل ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ آب زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں۔ اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمد کی طرف بھیجی تھیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور ایسا ہی عجیب ایک اور قصہ یاد آیا ہے کہ ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنے یہ تھے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادۂ الٰہی احیاء دین کے لئے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص محیی کی تعین ظاہر نہیں ہوئی اس لئے وہ اختلاف میں ہے۔ اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا هٰذَا رَجُلٌ یُّحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرط اعظم اس عہدہ کی محبت رسول ہے۔ سو وہ اس شخص میں متحقق ہے۔ اور ایسا ہی الہام متذکرہ بالا میں جو آل رسول پر درود بھیجنے کا حکم ہے سو اس میں بھی یہی سِرّ ہے کہ افاضہ انوار الٰہی میں محبت اہل بیت کو بھی نہایت عظیم دخل ہے۔ اور جو شخص حضرت احدیّت کے مقربین میں داخل ہوتا ہے وہ انہیں طیّبین طاہرین کی وراثت پاتا ہے اور تمام علوم و معارف میں ان کا وارث ٹھہرتا ہے۔‘‘ (براہین احمدیہ، صفحہ 576، حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

...★...★...★...

آنحضرت ﷺ کی اعلیٰ وارفع شان کے متعلق سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات عالیہ

ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے

اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اَے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جس کی رُوحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم رُوح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔

(تریاق القلوب، روحانی خزائن، جلد 15، صفحہ 141)

پاک اور کامل توحید صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ملتی ہے

مَیں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اِس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُس کے کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذُرّیتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اُس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اُس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اِسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اِسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اسکے نُور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اُس کا چہرہ دیکھتے ہیں اِسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اُس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 118)

ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم جلال اور جمال دونوں کے جامع تھے

ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم جلال اور جمال دونوں کے جامع تھے۔ مکّہ کی زندگی جمالی رنگ میں تھی اور مدینہ کی زندگی جلالی رنگ میں۔ اور پھر یہ دونوں صفتیں امت کے لئے اس طرح پر تقسیم کی گئیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جلالی رنگ کی زندگی عطا ہوئی اور جمالی رنگ کی زندگی کے لئے مسیح موعود کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مظہر ٹھہرایا۔

(اربعین نمبر 4، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 443)

اعلیٰ درجہ کی پاک اور پُرحکمت تعلیم دینے والا

مجھے بتلایا گیا ہے کہ تمام دینوں میں سے دین اسلام ہی سچا ہے۔ مجھے فرمایا گیا ہے کہ تمام ہدایتوں میں سے صرف قرآنی ہدایت ہی صحت کے کامل درجہ پر اور انسانی ملاوٹوں سے پاک ہے مجھے سمجھایا گیا ہے کہ تمام رسولوں میں سے کامل تعلیم دینے والا اور اعلیٰ درجہ کی پاک اور پُرحکمت تعلیم دینے والا اور انسانی کمالات کا اپنی زندگی کے ذریعہ سے اعلیٰ نمونہ دکھلانے والا صرف حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(اربعین نمبر 1، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 345)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچے دل سے پیروی کرنا انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنا کسی کے ساتھ پیار کرنا اِس بات سے مشروط کیا ہے کہ ایسا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے۔ چنانچہ میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے۔ اِس طرح پر کہ خود اُس کے دل میں محبتِ الٰہی کی ایک سوزش پیدا کر دیتا ہے۔ تب ایسا شخص ہر ایک چیز سے دل برداشتہ ہو کر خدا کی طرف جُھک جاتا ہے اور اُس کا اُنس و شوق صرف خدا تعالیٰ سے باقی رہ جاتا ہے تب محبتِ الٰہی کی ایک خاص تجلّی اُس پر پڑتی ہے اور اُس کو ایک پورا رنگ عشق اور محبت کا دے کر قوی جذبہ کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ تب جذباتِ نفسانیہ پر وہ غالب آجاتا ہے اور اُس کی تائید اور نصرت میں ہر ایک پہلو سے خدا تعالیٰ کے خارق عادت افعال نشانوں کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 67)

یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے

نوع انسان کیلئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ ﷺ۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبیؐ کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اِسی دُنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد ﷺ اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رُتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 13)

......☆......☆......☆......

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو، اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سنے، اللہ تعالیٰ کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ہمیں ایک اصول بیان فرما دیا کہ یہ باتیں تم تبھی حاصل کر سکتے ہو جب تم اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چلو اور اس اُسوہ کو دیکھنے کے لئے، سمجھنے کے لئے، اس پر عمل کرنے کے لئے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ذریعہ وہ سب باتیں بھی ہمیں پہنچا دیں جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمل فرمایا کرتے تھے۔ یہ بات بھی سمجھنی ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وہ کام کرنے والے اور بات کرنے والے تھے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک زندگی سے

قیام توحید، قیام عبادت، صدق وصفا، عاجزی وانکساری، جود وسخا، شکر گزاری، تعلیم اخلاق

تربیت اولاد اور پڑوسیوں سے حسن سلوک وغیرہ کے متعلق متفرق واقعات کا روح پرور تذکرہ اور

اس حوالہ سے احباب جماعت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے کی تاکیدی نصیحت

خدا کرے کہ ہم زبانی دعوے سے نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ پر چلتے ہوئے حقیقی عمل کرنے والے اور آپ کی پیروی کرنے والے ہوں اور اپنی بخشش کے سامان کرنے والے ہوں

قادیان دارالامان میں جماعت احمدیہ مسلمہ عالمگیر کے جلسہ سالانہ کے موقع پر 28 دسمبر 2016ء کو
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا طاہر ہال بیت الفتوح لندن سے ایم ٹی اے کے مواصلاتی ذرائع سے براہ راست اختتامی خطاب

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آل عمران:32)

اس آیت کا ترجمہ ہے کہ تُو کہہ کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، میری پیروی کرو۔ اس صورت میں اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے قصور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو، اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سنے، اللہ تعالیٰ کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ہمیں ایک اصول بیان فرما دیا کہ یہ باتیں تم تبھی حاصل کر سکتے ہو جب تم اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چلو اور اس اُسوہ کو دیکھنے کے لئے، سمجھنے کے لئے، اس پر عمل کرنے کے لئے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ذریعہ وہ سب باتیں بھی ہمیں پہنچا دیں جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمل فرمایا کرتے تھے۔ لیکن یہ بات بھی سمجھنی ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وہ کام کرنے والے اور بات کرنے والے تھے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ پوچھنے پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور عمل کیا تھے؟ نہایت خوبصورت انداز میں تین الفاظ میں آپ کا اُسوہ بیان فرما دیا کہ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن (مسند احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 144 حدیث 25108 مسند عائشہؓ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء) کہ آپ کے اخلاق اور اعمال وہی تھے جو قرآن کریم جیسی عظیم کتاب اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ اور پھر اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر مزید احسان کرتے ہوئے اپنے فرستادے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق اور زمانے کے امام مسیح موعود اور مہدی معہود کو بھیجا جنہوں نے ہمیں انبیاء کے مقام اور خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اسوۂ حسنہ کا مزید اِدراک دیا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

”یاد رکھنا چاہئے کہ انبیاء ورُسل اور ائمہ کے آنے سے کیا غرض ہوتی ہے؟ وہ دنیا میں اس لیے نہیں آتے کہ ان کو اپنی پوجا کرانی ہوتی ہے۔ وہ تو ایک خدا کی عبادت قائم کرنا چاہتے ہیں اور اسی مطلب کے لئے آتے ہیں اور اس واسطے کہ لوگ اُن کے کامل نمونہ پر عمل کریں اور اُن جیسے بننے کی کوشش کریں اور ایسی اتباع کریں کہ گویا وہی ہو جائیں۔ مگر افسوس ہے کہ بعض لوگ ان کے آنے کے اصل مقصد کو چھوڑ دیتے ہیں اور ان کو خدا سمجھ لیتے ہیں۔ اس سے وہ ائمہ اور رُسُل خوش نہیں ہو سکتے کہ لوگ ان کی اس قدر عزت کرتے ہیں۔ کبھی نہیں۔ وہ اس کو کوئی خوشی کا باعث قرار نہیں دیتے۔ ان کی اصل خوشی اسی میں ہوتی ہے کہ لوگ ان کی اتباع کریں اور جو تعلیم وہ پیش کرتے ہیں کہ سچے خدا کی عبادت کرو اور توحید پر قائم ہو جاؤ، اس پر قائم ہوں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم ہوا۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ (آل عمران:32) یعنی اے رسول ان کو کہہ دو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے پیار کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اس اتباع کا یہ نتیجہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم سے پیار کرے گا۔“ فرماتے ہیں کہ ”اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کا طریق یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع کی جاوے۔ پس اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام اور ایسا ہی اور جو خدا تعالیٰ کے راستباز اور صادق بندے

ہوتے ہیں وہ دنیا میں ایک نمونہ ہو کر آتے ہیں جو شخص اس نمونہ کے موافق چلنے کی کوشش نہیں کرتا لیکن ان کو سجدہ کرنے اور حاجت روا ماننے کو تیار ہو جاتا ہے وہ کبھی خدا تعالیٰ کے نزدیک قابل قدر نہیں ہے بلکہ وہ دیکھ لے گا کہ مرنے کے بعد وہ امام اُس سے بیزار ہوگا۔‘‘

(ملفوظات، جلد 6، صفحہ 288 تا 289، ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس سب سے پہلی چیز جو انبیاء سکھاتے ہیں اور جس کے انتہائی مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فائز تھے وہ توحید کا قیام ہے اور یہی بات ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں میں پیدا فرمائی اور اس کے بھی اعلیٰ نمونے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں ملتے ہیں۔ صحابہ نے براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عبودیت کے مقام کو دیکھا اور توحید کے قیام کے لئے تڑپ کو دیکھا۔ اللہ تعالیٰ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عبادت گزاری کے معیاروں کو دیکھا تو اس چیز نے ان میں بھی حقیقی توحید کی تڑپ پیدا کر دی۔ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو ہم تک پہنچانے میں صحابہ رضوان اللہ علیہم کا بھی کردار ہے بلکہ بہت بڑا کردار ہے بلکہ احسان ہے۔ چند ایک روایات پیش کرتا ہوں۔

ایک موقع پر ایک دفعہ حضرت عمرؓ اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن لی اور فرمایا کہ سنو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں باپوں کی قسمیں کھانے سے منع کیا ہے۔ جسے قسم کھانے کی ضرورت ہے وہ اللہ کی قسم کھائے یا پھر چُپ رہے۔ (صحیح البخاری کتاب الادب ...... الخ حدیث 6108) پس اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی قسم کی قسم جائز نہیں۔ بعض لوگ بچوں کی قسم کھا جاتے ہیں، قریبیوں اور پیاروں کی قسم کھا جاتے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے پیارے ہیں ان کی قسم کھائیں گے تو دوسرا یقین کر لے گا۔ لیکن مومن کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ باتیں توحید سے دُور کرنے والی ہیں۔

ایک دفعہ ایک سوال کرنے والے کے اس سوال پر کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی اپنی غیرت کے لئے لڑتا ہے۔ کوئی اپنی بہادری دکھانے کے لئے لڑتا ہے۔ کوئی مال غنیمت کے لئے لڑتا ہے۔ ان میں سے جہاد کرنے والا کون ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو اور توحید کا قیام ہو حقیقت میں وہی خدا تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے والا شمار ہوگا۔

(صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللّٰہ ھی العلیاء حدیث 2810)

پس ہر عمل جو توحید کے قیام کے لئے ہے وہی ایسا عمل ہے جو خدا تعالیٰ کو بھی پسند ہے اور وہی ایسا عمل ہے جس کے قائم کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔

ایک مرتبہ جب مکہ کے سرداروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بات چیت کرنے کے لئے بلایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا کہ شاید ان لوگوں کو کچھ خیال آ گیا ہے اور ان کا سیدھے راستے پر آنے کا ارادہ ہے۔ چنانچہ آپ جلدی سے وہاں تشریف لے گئے تو ان سب سرداروں نے متفقہ طور پر یہ کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو گفتگو کرنے کے لئے بلایا ہے۔ ہم عرب میں سے کسی کو ایسا نہیں جانتے جس نے اپنی قوم کو اس قدر مشکل میں مبتلا کر دیا ہو جیسا کہ آپ نے مشکل میں ڈالا ہے۔ آپ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ ہماری جماعت کے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔ کوئی خرابی نہیں جو آپ کی وجہ سے پیدا نہ ہوگئی ہو۔ (یعنی ان کی نظر میں، دنیا داری کی نظر میں جو خرابی ہو سکتی تھی۔ اصل میں تو آپ دنیا کی اصلاح کے لئے آئے تھے تو کہنے لگے کہ) اگر آپ کا مقصد مال جمع کرنا ہے تو ہم اس قدر مال دیتے ہیں کہ قوم میں سے امیر کبیر شخص بن جائیں۔ اگر سردار بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھے غلط سمجھے۔ یہ باتیں تو نہ مجھ میں ہیں، نہ مَیں ظاہری عزت و شہرت چاہتا ہوں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ مجھ پر کتاب نازل فرمائی ہے اور حکم فرمایا ہے کہ میں بشیر و نذیر بن کر خوشخبریاں بھی دوں اور ڈراؤں بھی۔ توحید کا قیام کروں۔ پس میں نے تمہیں خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا ہے اگر تم اسے قبول کرو تو اس میں تمہارا اپنا فائدہ ہے اور اگر تم قبول نہ کرو تو تم اس وقت تک صبر کرو اور میں بھی صبر کرتا ہوں جب تک خدا تعالیٰ ہم میں فیصلہ نہ فرما دے اور پھر دنیا نے دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا اور کس طرح توحید کا قیام ہوا۔ (سیرت ابن ہشام باب قول عتبۃ بن ربیعۃ فی امر رسول اللہ صفحہ 220 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبودیت کا ذکر فرماتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

’’قرآن کریم کو پڑھ کر دیکھ لو۔ اَور تو اَور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر دنیا میں کسی کامل انسان کا نمونہ موجود نہیں اور نہ آئندہ قیامت تک ہو سکتا ہے۔ پھر دیکھو کہ اقتداری معجزات کے ملنے پر بھی حضورؐ کے شامل حال ہمیشہ عبودیت ہی رہی اور بار بار اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الکھف:111) ہی فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ کلمہ توحید میں اپنی عبودیت کے اقرار کا ایک جزو لازم قرار دیا۔ جس کے بدُوں مسلمان، مسلمان ہی نہیں ہو سکتا۔ سوچو! اور پھر سوچو!! پس جس حال میں ہادی اکمل کی طرزِ زندگی ہم کو یہ سبق دے رہی ہے کہ اعلیٰ ترین مقامِ قرب پر بھی پہنچ کر عبودیت کے اعتراف کو ہاتھ سے نہیں دیا تو اَور کسی کا تو ایسا خیال کرنا اور ایسی باتوں کا دل میں لانا ہی فضول اور عبث ہے۔‘‘

(ملفوظات، جلد اول، صفحہ 117 تا 118، ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس یہ ہے وہ ادراک جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں دیا کہ جب ایک مسلمان یہ اعلان کرتا ہے کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو یہ اعلان بھی ضروری ہے کہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ پس جب نبی کامل اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں تو پھر وہ لوگ جو پیروں فقیروں کو اس سے زائد مقام دے کر ان کی قبروں پر سجدے کرتے ہیں ان کے فعل کو کس طرح جائز قرار دیا جا سکتا ہے بلکہ یہ سخت گناہ اور شرک ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی جنہوں نے توحید کے بنیادی نکتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبودیت کا صحیح ادراک ہمیں عطا فرمایا اور ہمیں ہر قسم کے شرک سے پاک فرمایا۔

پھر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں:

’’پس مَیں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے۔ (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔‘‘ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 118 تا 119)

توحید کے قیام کی معراج اس وقت ہوتی ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بھی حق ادا کرنے والا ہو اور اس میں بھی میرے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلیٰ ترین مقام حاصل کیا جس کی اللہ تعالیٰ نے اس طرح گواہی دی۔ فرمایا اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ (الشعراء:219-220) یعنی جو دیکھ رہا ہوتا ہے جب تُو کھڑا ہوتا ہے اور سجدہ کرنے والوں میں تیری بے قراری کو بھی۔ پس اللہ تعالیٰ اعلان فرما رہا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام سجدے کرنے والوں میں تیرے جیسا بے قرار سجدہ کرنے والا کوئی نہیں۔ تُو نے توحید کے قیام سے مخلصین کی ایک ایسی جماعت بنا لی جو اللہ تعالیٰ کی عبادتوں میں بھی طاق ہے، جن کی راتیں عبادتوں میں گزرتی تھیں۔ لیکن یہ سب

عبادتیں اور سجدے تیرے سجدوں کے نمونے اپنانے کی کوشش تھی۔ ان سجدوں کی بیقراری میں جہاں ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توحید کے قیام کے لئے تڑپ نظر آتی ہے وہاں یہ بھی نظر آتا ہے کہ آپ اپنے ماننے والوں میں ایسے سجدے کرنے والے پیدا کرنا چاہتے تھے جو خالص ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کے ہی آگے جھکیں اور اس کی عبادت کریں۔ دلوں میں بسے ہوئے جھوٹے معبودوں کو نکالیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ ہر نبی کی کوئی خواہش ہوتی ہے اور میری دلی خواہش رات کی عبادت ہے۔ (کنز العمال، جلد 7، صفحہ 323، کتاب الصلوٰۃ من قسم الاقوال، حدیث 21398، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء) ایک راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت شدت گریہ وزاری سے آپ کے سینے سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے چکّی کے چلنے کی آواز آتی ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الرکوع والسجود، باب البکاء فی الصلوٰۃ، حدیث 904) (دانہ پیسنے کے لئے چکی چلاتے ہیں، جو گرائنڈر کی آواز ہوتی ہے۔) اسی طرح ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ایسی آواز آتی تھی جیسے ہنڈیا ابل رہی ہو۔

(سنن النسائی، باب البکاء فی الصلوٰۃ، حدیث 1214)

حضرت اُمّ سلمہ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر سوتے پھر جاگ کر کچھ دیر نماز میں مصروف ہو جاتے پھر سو جاتے پھر اٹھ بیٹھتے۔ غرض صبح تک یہی حالت جاری رہتی۔

(سنن النسائی، کتاب قیام اللیل...... باب ذکر صلاۃ رسول اللہؐ باللیل، حدیث 1628)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ بیماری یا کسی اور وجہ سے اگر آپ کی تہجد رہ جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن کو بارہ رکعت نوافل ادا کیا کرتے تھے۔

(سنن النسائی، کتاب قیام اللیل......، باب کم یصلی من نام...... حدیث 1789)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے ماننے والوں کے لئے بھی یہی خواہش اور توقع تھی کہ وہ عبادت گزار ہوں اور عبادت کا حق ادا کرنے والے ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ نصیحت کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خواہش کے زیر اثر کہ آپ کی اُمّت کے افراد کے عبادت کے معیار بلند ہوں فرمایا کہ قیام اللیل مت چھوڑنا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چھوڑتے تھے۔ یعنی راتوں کی نمازیں نوافل نہ چھوڑنا اور جب آپ بیمار ہو جاتے، جسم میں سستی محسوس فرماتے تو بیٹھ کر تہجد کی نماز ادا فرماتے۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد 8، صفحہ 222 تا 223، مسند عائشہؓ، حدیث 25458، مطبوعہ عالم الکتب العلمیۃ بیروت 1998ء)

یہ جو میں نے ابھی روایت پڑھی ہے کہ اگر تہجد چھوٹ جاتی تو بارہ نفل دن کو ادا فرماتے یہ صورت شاذ ہی پیش آتی ہوگی۔ ورنہ آپ نے ایک دفعہ باوجود بیماری کے جس کا اثر صحابہ بھی اس وقت آپ کے جسم پر محسوس کر رہے تھے، چہرے پر محسوس کر رہے تھے آپ نے فرمایا کہ کمزوری کے باوجود آج رات بھی مَیں نے لمبی سورتیں ہی پڑھی ہیں۔ (کنز العمال جلد 2 صفحہ 133 کتاب الاذکار من قسم الافعال...... فصل فی فضائل السور...... حدیث 4069 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء) اور ساری دعاؤں میں اور عبادتوں میں اس بات پر زور تھا کہ میری اُمّت حقیقی عبادت گزار بنے اور اپنے خدا کے حضور جھکی رہے۔ آپ کے صحابہ نے آپ کی یہ تڑپ دیکھی اور آپ کی صحبت کا اثر پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کو اپنایا۔ تو وہی جو مشرک تھے ایسے عبادت گزار بنے جو بعد میں آنے والوں کے لئے ایک نمونہ بن گئے۔ ایک انقلاب تھا جو اُن میں آیا۔

اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ خواہ کیسا ہی پکّا دشمن ہو اور خواہ وہ عیسائی ہو یا آریہ جب وہ ان حالات کو دیکھے گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب کے تھے اور پھر اس تبدیلی پر نظر کرے گا جو آپ کی تعلیم اور تاثیر سے پیدا ہوئی تو اسے بے اختیار آپ کی حقّانیت کی شہادت دینی پڑے گی۔ موٹی سی بات ہے کہ قرآن مجید نے ان کی پہلی حالت کا تو یہ نقشہ کھینچا ہے۔ یَاْکُلُوْنَ کَمَا تَاْکُلُ الْاَنْعَامُ (محمد:13)“ (کہ جانوروں کی طرح کھانا کھانا ہی ان کا کام تھا)” یہ تو ان کی کفر کی حالت تھی۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تاثیرات نے ان میں تبدیلی پیدا کی تو ان کی یہ حالت ہوگئی یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا (الفرقان:65) یعنی وہ اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے راتیں کاٹ دیتے ہیں۔ جو تبدیلی آنحضرت ﷺ نے عرب کے وحشیوں میں کی اور جس گڑھے سے نکال کر جس بلندی اور مقام تک انہیں پہنچایا،” آپ فرماتے ہیں” اس ساری حالت کے نقشہ کو دیکھنے سے بے اختیار ہو کر انسان رو پڑتا ہے کہ کیا عظیم الشان انقلاب ہے جو آپ نے کیا۔ دنیا کی کسی تاریخ اور کسی قوم میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔“

(ملفوظات، جلد 9، صفحہ 144 تا 145، ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

یہ نری کہانی نہیں۔ یہ واقعات ہیں جن کی سچائی کا ایک زمانہ کو اعتراف کرنا پڑا ہے۔ اور اسی سچائی کو قائم کرنے کے لئے اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے۔

پس ہمارا بھی یہ کام ہے کہ اپنی عبادتوں کے معیار کو بلند کریں اور اس اُسوہ پر چلیں جو قیامت تک قائم رہنے والا ہے۔

مَیں نے نوافل کے حوالے سے روایات بیان کی ہیں۔ جب نوافل کے بارے میں یہ ہدایت ہے اور یہ حال ہے تو جو فرائض ہیں ان میں کتنی باقاعدگی کی ضرورت ہے۔ پس ہم میں سے ہر ایک کو اپنے جائزے لینے اور اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

انبیاء دنیا میں آتے ہیں سچائی پھیلانے کے لئے۔ سچائی پر اپنے ماننے والوں کو چلانے کے لئے۔ سچے خدا کی طرف جھکانے کے لئے۔ اور اس میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اعلیٰ مقام عطا ہوا۔ بچپن سے ہی آپ میں یہ وصف اس قدر نمایاں تھا کہ دشمن بھی آپ کی سچائی کے معترف تھے۔ ایک مرتبہ سرداران قریش جمع ہوئے جن میں آپ کے اشد ترین دشمن ابوجہل اور نضر بن حارث بھی شامل تھے۔ جب آپ کے متعلق یہ کہا گیا کہ آپ کو جادوگر مشہور کر دیا جائے، جھوٹا مشہور کر دیا جائے یا کہا جائے کہ یہ جھوٹا ہے۔ تو نضر بن حارث نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے قریش! ایک ایسا معاملہ تمہارے سامنے آیا ہے جس کے مقابلے کے لئے تم کوئی تدبیر بھی نہیں لا سکے یا لا سکتے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں جوان تھے اور تمہیں سب سے زیادہ پسند تھے۔ سب سے زیادہ سچ بولنے والے تھے۔ تم میں سب سے زیادہ امانتدار تھے۔ اب تم ان کی کنپٹیوں پر سفید بال دیکھتے ہو (بڑی عمر ہوگئی ہے) اور جو پیغام وہ لے کر آئے ہیں اس پر تم نے کہا کہ وہ جھوٹے ہیں، وہ جادوگر ہیں۔ ہم نے بھی جھوٹے لوگ دیکھے ہیں، جادوگر بھی دیکھے ہیں۔ تم نے کہا وہ کاہن ہیں۔ ہم نے کاہن بھی دیکھے ہیں۔ تم نے کہا وہ شاعر ہیں۔ ہم نے شاعر بھی دیکھے ہیں۔ تم نے کہا مجنون ہو گیا ہے پاگل ہو گیا ہے (نعوذ باللہ)۔ ہم نے بھی مجنون دیکھے ہیں۔ نہ وہ جھوٹے ہیں، نہ وہ جادوگر ہیں، نہ وہ کاہن ہیں، نہ وہ شاعر ہیں، نہ مجنون ہیں۔ کوئی بھی علامت ان میں ان باتوں کی نہیں ہے۔ پس تم غور کرو تمہارا واسطہ ایک بڑے معاملے سے ہے۔“ (سیرت ابن ہشام باب ما دار بین رسول اللہ ﷺ و بین رؤساء قریش...... الخ صفحہ 224 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء) یہ دشمن کہہ رہا ہے۔

پھر ایک دفعہ ابوجہل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا کہ مَیں تمہیں جھوٹا نہیں کہتا تمہاری تعلیم کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔ (سنن الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب من سورۃ الانعام، حدیث 3064) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان اتنا عرصہ رہا ہوں لیکن کبھی تم میرا جھوٹ ثابت نہیں کر سکے۔ جھوٹا نہیں مجھے کہہ سکے۔ تو کیا آج اس تعلیم لانے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے معاملے میں جھوٹ بولوں گا؟

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’انبیاء وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنی کامل راستبازی کی قوی حجت پیش کر کے اپنے دشمنوں کو بھی الزام دیا جیسا کہ یہ الزام قرآن شریف میں ہے حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے موجود ہے جہاں فرمایا ہے کہ فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡكُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِهٖ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ (یونس: 17) یعنی میں ایسا نہیں کہ جھوٹ بولوں اور افترا کروں۔ دیکھو میں چالیس برس اس سے پہلے تم میں ہی رہتا رہا ہوں۔ کیا کبھی تم نے میرا کوئی جھوٹ یا افترا ثابت کیا۔ پھر کیا تم کو اتنی سمجھ نہیں۔ یعنی یہ سمجھ کہ جس نے کبھی آج تک کسی قسم کا جھوٹ نہیں بولا وہ اب خدا پر کیوں جھوٹ بولنے لگا۔ غرض انبیاء کے واقعات عمری اور ان کی سلامت روشی ایسی بدیہی اور ثابت ہے کہ اگر سب باتوں کو چھوڑ کر ان کے واقعات کو ہی دیکھا جائے تو ان کی صداقت ان کے واقعات سے ہی روشن ہو رہی ہے۔ مثلاً اگر کوئی منصف اور عاقل ان تمام براہین اور دلائل صدق نبوت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے...... قطع نظر کر کے محض ان کے حالات پر ہی غور کرے تو بلاشبہ انہیں حالات پر غور کرنے سے ان کے نبی صادق ہونے پر دل سے یقین کرے گا۔ اور کیونکر یقین نہ کرے۔ وہ واقعات ہی ایسے کمال سچائی اور صفائی سے معطّر ہیں کہ حق کے طالبوں کے دل بلا اختیار ان کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔‘‘ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن، جلد اوّل، صفحہ 107 تا 108)

آپ کی سچائی کا آپ کا بچپن بھی گواہ ہے۔ آپ کی جوانی بھی گواہ ہے۔ اور نبوت کے بعد تو اس کی شان ہی کمال تک پہنچی ہوئی ہے۔ پس اس نبی کے ماننے والوں کو اپنے جائزے لینے کی بھی ضرورت ہے کہ ہماری سچائی کے معیار کیا ہونے چاہئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اور وصف عاجزی اور انکساری کے اعلیٰ معیار کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’دیکھو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابیاں اگرچہ ایسی تھیں کہ تمام انبیائے سابقین میں اس کی نظیر نہیں ملتی مگر آپ کو خدا تعالیٰ نے جیسی جیسی کامیابیاں عطا کیں آپ اتنی ہی فروتنی اختیار کرتے گئے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص آپؐ کے حضور پکڑ کر لایا گیا۔ آپ نے دیکھا تو وہ بہت کانپتا تھا اور خوف کھاتا تھا۔ مگر جب وہ قریب آیا تو آپ نے نہایت نرمی اور لطف سے دریافت فرمایا کہ تم ایسے ڈرتے کیوں ہو؟ آخر میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہی ہوں اور ایک بڑھیا کا فرزند ہوں۔‘‘ (ملفوظات، جلد 10، صفحہ 258، ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

ایک حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عاجزی اور انکساری کا بھی پتا چلتا ہے اور آپ کے ماننے والوں کے لئے اس میں نصیحت بھی ہے کہ انہیں کس طرح زندگی گزارنی چاہئے۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی اپنے اعمال کی وجہ سے نجات نہیں پائے گا۔ صحابہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! کیا آپ بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں میں بھی اپنے اعمال کی وجہ سے نجات نہیں پاؤں گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت کے سائے میں لے لے گا۔ فرماتے ہیں پس تم سیدھے رہو اور شریعت کے قریب رہو اور صبح شام اور رات کے اوقات میں عبادت کرو اور میانہ روی اختیار کرو تو تم اپنی مراد کو پہنچ جاؤ گے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومۃ علی العمل، حدیث 6463)

پس جس نبی کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی بیعت میری بیعت ہے اور اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی خشیت اور عاجزی کا یہ مقام ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں بھی اس کے رحموں اور فضلوں سے ہی بخشا جاؤں گا اور پھر آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے اعمال کی طرف نظریں رکھو۔ اپنی عبادتوں کی طرف نظر رکھو۔ اور کبھی اپنے خدا سے بے وفائی نہ کرو۔ کبھی عبادتوں سے لاپرواہی نہ کرو۔

پھر دیکھیں آپ کا کامیابی اور فتح پر عاجزی اور انکساری کا نظارہ۔ دنیا کے لیڈر کامیابیاں حاصل کرتے ہیں تو فرعون بن جاتے ہیں بلکہ عام آدمی کو بھی اگر کوئی کامیابی ملے تو گردن فخر سے اور تکبر اور غرور سے اکڑ جاتی ہے۔ لیکن انسانِ کامل کا اُسوہ کیا ہے۔ وہ شہر جس کے لوگوں نے آپ کو اور آپ کے ماننے والوں کو ظلم کر کے نکالا اور اسی پر بس نہیں بلکہ بعد میں مسلسل یہ کوشش کرتے رہے کہ اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ لیکن ہوتا تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا ہوا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے وہ وقت بھی آیا جب مکہ فتح ہوا۔ آپ اس شہر میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ لیکن کس حال میں؟ تاریخ کہتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دس ہزار قدوسیوں کے جلو میں فاتحانہ شان سے مکّہ میں داخل ہوئے۔ (سیرت ابن ہشام، باب عدۃ من فتح مکۃ من المسلمین، صفحہ 750، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء) وہ دن آپ کے لئے بہت خوشی اور مسرت اور عظمت کے اظہار کا دن تھا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے ان فضلوں کے اظہار پر خدا کی راہ میں عاجزی کے انتہائی مقام پر پہنچے ہوئے تھے۔ خدا نے جتنا بلند کیا آپ انکسار میں اتنا ہی جھکتے جاتے تھے یہاں تک کہ جب آپ فاتح کی حیثیت سے مکّہ میں داخل ہوئے تو آپ کا سر جھکتے جھکتے اونٹ کے کجاوہ سے جا لگا تھا۔

(سیرت ابن ہشام، باب اسلام ابی سفیانؓ، صفحہ 740، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس واقعہ کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ: ’’عُلُوّ جو خدا تعالیٰ کے خاص بندوں کو دیا جاتا ہے‘‘ (یعنی بڑائی اور فتح) ’’وہ انکسار کے رنگ میں ہوتا ہے اور شیطان کا عُلُوّ اِستکبار سے ملا ہوا‘‘۔ وہ تکبر کرتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ’’دیکھو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکّہ کو فتح کیا تو آپؐ نے اسی طرح اپنا سر جھکایا اور سجدہ کیا جس طرح ان مصائب اور مشکلات کے دنوں میں جھکاتے اور سجدے کرتے تھے جب اسی مکّہ میں آپؐ کی ہر طرح سے مخالفت کی جاتی اور دکھ دیا جاتا تھا۔‘‘

(ملفوظات، جلد 4، صفحہ 65 حاشیہ، ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انکسار کا ذکر کرتے ہوئے نصیحت فرماتے ہیں کہ:

’’خالی شیخیوں سے اور بے جا تکبر اور بڑائی سے پرہیز کرنا چاہئے اور انکساری اور تواضع اختیار کرنی چاہئے۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ حقیقتاً سب سے بڑے اور مستحقِ بزرگی تھے ان کے انکسار اور تواضع کا ایک نمونہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ لکھا ہے کہ ایک اندھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر قرآن شریف پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن آپ کے پاس عمائدِ مکّہ اور رؤسائے شہر جمع تھے اور آپ ان سے گفتگو میں مشغول تھے۔ باتوں میں مصروفیت کی وجہ سے کچھ دیر ہو جانے سے وہ نابینا اٹھ کر چلا گیا۔ یہ ایک معمولی بات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق سورۃ نازل فرمادی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر میں گئے اور اسے ساتھ لا کر اپنی چادر مبارک بچھا کر بٹھایا‘‘۔ فرماتے ہیں کہ ’’اصل بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں عظمتِ الٰہی ہوتی ہے ان کو لازماً خاکسار اور متواضع بننا ہی پڑتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی بے نیازی سے ہمیشہ ترساں ولرزاں رہتے ہیں‘‘۔ پھر ایک فارسی کا مصرع آپ نے بیان فرمایا: ’’آنانکہ عارف تراند ترساں تر‘‘۔ کہ وہ لوگ جو عارف ہیں، جو زیادہ پہچان رکھنے والے ہیں وہ زیادہ ڈرتے ہیں‘‘ کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نکتہ نواز ہے اسی طرح نکتہ گیر بھی ہے‘‘۔ اگر وہ باریک فراست عطا کرتا ہے تو اسی طرح بعض باتوں پر پکڑتا بھی ہے۔ فرمایا کہ ’’اگر کسی حرکت سے ناراض ہو جاوے تو دم بھر میں سب کارخانہ ختم ہے۔‘‘ آپ فرماتے ہیں کہ ’’پس چاہئے کہ ان باتوں پر غور کرو اور ان کو یاد رکھو اور عمل کرو۔‘‘ (ملفوظات، جلد 10، صفحہ 343 تا 344، ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حسنہ تو ہر وصف کا مکمل احاطہ کئے ہوئے ہیں۔

تمام کے تمام تو ایک مجلس میں کیا کئی مجلسوں میں بیان نہیں ہو سکتے۔ اس وقت ایک اور خوبصورت پہلو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بیان کروں گا جو آپ کی جُود و سخا کا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بہادر، معزز، سخی اور نورانی وجود نہیں دیکھا۔'' (سنن الدارمی، باب فی حسن النبی ﷺ، حدیث 60، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت 2000ء) لگتا ہے کہ صحابہ کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرنے کی طاقت ہی نہیں تھی۔ ایک اعلیٰ وصف بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو چار ابھر کر سامنے آجاتے ہیں۔

پھر ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض انصار نے کچھ مانگا۔ آپ نے ان کو دیا۔ انہوں نے پھر مانگا۔ پھر دیا۔ انہوں نے پھر مانگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر عطا فرمایا یہاں تک کہ اس وقت آپ کے پاس جو کچھ تھا وہ ختم ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جو مال ہوتا ہے اسے تم سے روک کر نہیں رکھتا۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسئلۃ، حدیث 1469)

ایک دفعہ آپ کے پاس کہیں سے نوّے ہزار درہم آئے۔ آپ نے وہیں تقسیم فرما دیئے۔ (عیون الاثر، جلد 2، صفحہ 398، باب ذکر جمل من اخلاقہ......الخ، مطبوعہ دار القلم بیروت 1993ء) ایک موقع پر ایک آنے والے کو بکریوں کا اتنا بڑا ریوڑ عطا فرمایا کہ جو پوری وادی میں پھیلا ہوا تھا۔ (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب ما سئل رسول اللہ ﷺ اشیاء ......الخ حدیث 2312) ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے مال لایا گیا۔ ڈھیروں ڈھیر مال تھا۔ آپ نے مسجد میں اس کا ڈھیر لگوا دیا۔ آپ نماز پڑھنے کے لئے تشریف لائے تو آپ نے اس طرف نظر نہیں کی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو نماز کے بعد تمام مال تقسیم فرما دیا۔ (صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب القسمۃ و تعلیق القنو فی المسجد حدیث 421) آپ کی نرمی اور جود و سخا کی وجہ ہی تھی کہ بدّو بھی بعض دفعہ بڑے کرخت اور بے ادبانہ طریق سے آپ سے مانگتے تھے لیکن آپ تمام تر طاقت ہونے کے باوجود، حکومت ہونے کے باوجود، ان کی بے ادبی کو نظر انداز کرتے تھے اور انہیں عنایت فرماتے تھے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب الشجاعۃ فی الحروب والجبن، حدیث 2821)

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب البرود والحبرۃ والشملۃ، حدیث 5809)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے کہ انبیاء اور اولیاء پر تنگی کا زمانہ بھی آتا ہے اور کشائش کا اور فتوحات کا زمانہ بھی آتا ہے، فرماتے ہیں کہ یہ دونوں زمانے ضروری ہیں تاکہ ہر قسم کے حالات میں ان کا اُسوہ دنیا کے سامنے آئے۔ دنیادار تو تنگ دستی اور کمزوری کے زمانے میں عاجز بھی ہوتا ہے۔ مشکلات میں پڑا ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف بھی جھکتا ہے۔ لوگوں سے اچھے اخلاق سے بھی پیش آجاتا ہے۔ حسب توفیق غریبوں کی مدد بھی کر دیتا ہے۔ اپنے دکھ دینے والوں کے مقابلے پر جواب دینے کی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے خاموش رہتا اور کہتا ہے ہم نے صبر کیا اور صبر کا مظاہرہ کرتا ہے۔ لیکن جب اقتدار اور طاقت آئے اس وقت لوگوں کا خیال رکھنا اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنا اور معاف کرنا ہی اصل وصف ہے۔ پس کمزوری اور طاقت کی حالتیں ہی اصل میں کسی کے اعلیٰ اخلاق کے ماپنے کا پیمانہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ طاقت اور فاتح ہونا اور اقتدار ہونا اس لئے ضروری ہے'' کیونکہ اپنے دکھ دینے والوں کے گناہ بخشنا اور اپنے ستانے والوں سے درگذر کرنا اور اپنے دشمنوں سے پیار کرنا اور اپنے بد اندیشوں کی خیر خواہی بجالانا، دولت سے دل نہ لگانا، دولت سے مغرور نہ ہونا، دولتمندی میں اِمساک اور بخل اختیار نہ کرنا اور کرم اور جُود اور بخشش کا دروازہ کھولنا اور دولت کو ذریعۂ نفس پروری نہ ٹھہرانا اور حکومت کو آلۂ ظلم و تعدّی نہ بنانا یہ سب اخلاق ایسے

ہیں کہ جن کے ثبوت کے لئے صاحبِ دولت اور صاحبِ طاقت ہونا شرط ہے اور اسی وقت بہ پایۂ ثبوت پہنچتے ہیں کہ جب انسان کے لئے دولت اور اقتدار دونوں میسر ہوں۔ پس چونکہ بجز زمانۂ مصیبت و اِدبار و زمانۂ دولت و اقتدار یہ دونوں قسم کے اخلاق ظاہر نہیں ہو سکتے اس لئے حکمتِ کاملہ ایزدی نے تقاضا کیا کہ انبیاء اور اولیاء کو ان دونوں طور کی حالتوں سے کہ جو ہزار ہا نعمتوں پر مشتمل ہیں متمتع کرے۔ لیکن ان دونوں حالتوں کا زمانۂ وقوع ہر یک کے لئے ایک ترتیب پر نہیں ہوتا بلکہ حکمت الٰہیہ بعض کے لئے زمانۂ امن و آسائش پہلے حصہ عمر میں میسر کر دیتی ہے اور زمانۂ تکالیف پیچھے سے۔ اور بعض پر پہلے وقتوں میں تکالیف وارد ہوتی ہیں اور پھر آخر کار نصرتِ الٰہی شامل ہو جاتی ہے۔ اور بعض میں یہ دونوں حالتیں مخفی ہوتی ہیں اور بعض میں کامل درجہ پر ظہور و بروز پکڑتی ہیں۔ اور اس بارے میں سب سے اوّل قدم حضرت خاتم الرسل محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمال وضاحت سے یہ دونوں حالتیں وارد ہو گئیں اور ایسی ترتیب سے آئیں کہ جس سے تمام اخلاقِ فاضلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثل آفتاب کے روشن ہو گئے اور مضمون اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم:5) کا بہ پایۂ ثابت پہنچ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا دونوں طور پر علیٰ وجہ الکمال ثابت ہونا تمام انبیاء کے اخلاق کو ثابت کرتا ہے کیونکہ آنجنابؐ نے ان کی نبوت اور ان کی کتابوں کو تصدیق کیا اور ان کا مقرّبُ اللہ ہونا ظاہر کر دیا ہے۔''

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن، جلد اول، صفحہ 282 تا 285 حاشیہ نمبر 11)

شکرگزاری ایک اور اعلیٰ وصف ہے جس کا صحیح ادراک اور جس کا اعلیٰ ترین معیار ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ میں نظر آتا ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے شکر کے بھی اعلیٰ ترین نمونے قائم فرمائے ہیں اور بندوں کے شکر کے بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے اپنا شکر بجالانے اور ذکر کرنے والا بنا دے۔ (سنن ابی داؤد، ابواب الوتر، باب مایقول الرجل اذا سلم، حدیث 1510) آپ پہلی بارش پر بارش کے قطرے اپنی زبان پر لیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی شکرگزاری کا یہی طریق ہے۔ آپ کا کھانا نہایت سادہ ہوتا تھا لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر فرماتے تھے۔ یہی دعا ہمیں بھی آپ نے سکھائی۔ کبھی ایک کھجور کے ساتھ روٹی تناول فرما رہے ہیں تو کبھی صرف سرکہ کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرما رہے ہیں کہ اس نے یہ کھانے پینے کے سامان مہیا فرمائے۔ (صحیح البخاری کتاب الاطعمۃ باب مایقول اذا فرغ من طعامہ حدیث 5459) (سنن ابو داؤد کتاب الاطعمۃ باب فی التمر حدیث 3830) (صحیح مسلم کتاب الاشربۃ باب فضیلۃ الخل والتادم بہ حدیث 169-2052) نئے کپڑے پر اللہ تعالیٰ کا شکر۔ (سنن الترمذی کتاب اللباس باب مایقول اذا لبس ثوبا جدیدا حدیث 1767) غرض کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس پر آپ اس کے استعمال سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور شکر نہ فرماتے ہوں۔ جب آپ کو اپنی عبادتوں میں بے انتہا گریہ وزاری کرتے ہوئے دیکھ کر یہ پوچھا گیا کہ آپ عبادت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو آپ کے پاؤں سوج جاتے ہیں۔ سجدوں میں بے انتہا بے چین ہوتے ہیں اور اس قدر روتے ہیں کہ زمین آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہے۔ آپ کے تو اللہ تعالیٰ نے گزشتہ اور آئندہ سب گناہ بخش دیئے ہیں۔ اب کوئی گناہ تو آپ سے سرزد بھی نہیں ہونا۔ نہ پہلے کبھی ہوا تو پھر اس قدر آپ کا رونا اور چلّانا کیوں ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں اس بات پر اللہ کا شکرگزار بندہ بن کر اس کے آگے نہ روؤں کہ اس نے مجھے اس قدر نوازا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب تفسیر القرآن باب لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک ......الخ حدیث 4836)

(تفسیر ابن کثیر جلد دوم صفحہ 189 تفسیر سورۃ آل عمران مطبوعہ دار طیبۃ للنشر والتوزیع ریاض 1999ء)

بندوں کی شکرگزاری کے کیا معیار تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ

کے بچپن کے دوست تھے جنہوں نے ہر مشکل کے وقت آپ کا ساتھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جذبات کا بے انتہا خیال رکھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے کسی اختلاف کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ کہہ دیا تو آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا تو تم سب نے مجھے جھوٹا کہا اور ابوبکر نے میری سچائی کی گواہی دی اور اپنی جان اور مال سے میری مدد کی۔ کیا تم میرے ساتھی کی دل آزاری سے باز نہیں رہ سکتے۔ آپؐ نے ایک موقع پر فرمایا کہ مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابوبکر نے کیا ہے۔ (صحیح البخاری کتاب التفسیر باب قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ...... الخ حدیث 4640) (صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الخوخۃ والممر فی المسجد حدیث 466) آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی نے کیا احسان کرنا تھا۔ آپؐ کے لئے کچھ بھی قربان کرنا اس قربان کرنے والے کے لئے ایک اعزاز تھا اور پھر ظاہری لحاظ سے بھی آپؐ نے ہر ایک کی خدمت کا بدلہ بہت بڑھ کر دیا۔ لیکن پھر بھی شکر کے جذبات کا اظہار آپ کر رہے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار حضرت خدیجہؓ کے بارے میں تعریفی ذکر پر کہا کہ آپ کیا ہر وقت اس بڑھیا کا ذکر کرتے رہتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بڑھ کر بیویاں عطا کی ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو انہوں نے مجھے قبول کیا۔ جب لوگوں نے میرا انکار کیا تو وہ ایمان لائیں۔ جب مجھے مال سے محروم کیا گیا تو انہوں نے اپنے مال سے میری مدد کی اور اللہ تعالیٰ نے اولاد بھی مجھے انہیں سے عطا فرمائی۔ (اسد الغابہ الجزء السابع حرف الخاء صفحہ 86 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2008ء) پس آپ نے حضرت خدیجہؓ کی ان خدمات کو جو انہوں نے اپنے خاوند کے لئے کی تھیں کبھی نہیں بھلایا اور اس کو احسان سمجھا اور ہمیشہ اس کی شکر گزاری کی۔ آجکل کے خاوندوں کے لئے یہ سبق ہے کہ بیویوں کا مال بھی کھا جاتے ہیں اور پھر یہ احسان کہ دیکھو میں نے ابھی تک تمہیں بیوی کا مقام دیا ہوا ہے۔

پھر بادشاہ نجاشی نے جو کفار کے ظلم سے ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو اپنے ملک میں پناہ دی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ نجاشی جو حبشہ کا بادشاہ تھا اس کے اس احسان کو ہمیشہ یاد رکھا اور اپنے ہر قول اور اپنے عمل سے اس کی شکر گزاری کا اظہار فرمایا۔ ایک دفعہ جب اس کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ خود ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہوئے۔ صحابہ نے کہا کہ ہم استقبال کے لئے کافی ہیں، ہم کھڑے ہوتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ بادشاہ نے ہمارے ساتھیوں کی عزت کی تھی اور ان کے ساتھ اخلاق کے ساتھ پیش آیا تھا اس لئے میں پسند کرتا ہوں کہ اس کے احسان کا بدلہ خود اتاروں۔

(سیرت الحلبیۃ، جلد3، صفحہ 72، باب غزوۃ خیبر، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم معلّم اخلاق کے طور پر دیکھتے ہیں تو یہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کی عجب شان نظر آتی ہے۔ جب ایک موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چھوٹے قد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مذاق کے رنگ میں کچھ کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عائشہ! یہ ایک ایسا کلمہ ہے کہ اگر سمندر میں ملا دیا جائے تو اسے بھی گندہ کر دے۔

(سنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع، باب منہ، حدیث 2502)

بچوں کی تربیت اور اعلیٰ اخلاق سکھانے کے لئے آپؐ کے نمونے کیا تھے۔ ایک صحابی عبداللہؓ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ مَیں اس وقت چھوٹا تھا۔ مَیں کھیلنے کے لئے باہر جانے لگا تو میری ماں نے کہا عبداللہ ادھر آؤ مَیں تمہیں ایک چیز دوں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اسے کچھ دینا چاہتی ہو؟ میری ماں نے کہا ہاں میں کھجور دوں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر واقعہ میں تمہارا یہ ارادہ نہ ہوتا اور صرف بچے کو بلانے کے لئے ایسا کہا ہوتا تو تمہیں جھوٹ بولنے کا گناہ ہوتا اور جھوٹ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی التشدید فی الکذب، حدیث 4991)

پس یہ معیار ہیں سچائی کو قائم کرنے کے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ماننے والوں میں چاہتے ہیں۔

پڑوسیوں سے حسن سلوک کی اسلامی تعلیم ہے۔ اس بارے میں کس طرح آپ نے تربیت فرمائی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ مجھے کس طرح پتا چلے کہ میں اچھا کر رہا ہوں یا برا کر رہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اپنے پڑوسی کو یہ کہتے سنو کہ تم بہت اچھے ہو تو سمجھو کہ تمہارا طرز عمل اچھا ہے اور جب تم پڑوسیوں کو یہ کہتے سنو کہ تم بہت برے ہو تو سمجھ لو کہ تمہارا رویّہ برا ہے اور تم غلط کر رہے ہو۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الثناء الحسن، حدیث 4222)

یہ تو چند باتیں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کے چند نمونے تھے جو مَیں نے اس وقت پیش کئے۔ کسی بھی خُلق میں آپ اعلیٰ ترین اخلاق پر فائز تھے اور یہی آپ اپنے ماننے والوں میں دیکھنا چاہتے تھے۔ خدا کرے کہ ہم زبانی دعوے سے نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ پر چلتے ہوئے حقیقی عمل کرنے والے اور آپ کی پیروی کرنے والے ہوں اور اپنی بخشش کے سامان کرنے والے ہوں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ: ''وہ انسان جس نے اپنی ذات سے، اپنی صفات سے، اپنے افعال سے، اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قُویٰ کے پُر زور دریا سے کمالِ تام کا نمونہ علماً و عملاً و صِدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا...... وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسانِ کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالَم کا عالَم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا، وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء، امام الاصفیاء، ختم المرسلین، فخر النبیین جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداءِ دنیا سے تُو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔ اگر یہ عظیم الشان نبی دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دنیا میں آئے جیسا کہ یونس اور ایوب اور مسیح بن مریم اور ملاکی اور یحییٰ اور زکریا وغیرہ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی اگرچہ سب مقرّب اور وجیہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ یہ اسی نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (اتمام الحجۃ، روحانی خزائن، جلد8، صفحہ 308)

اب دعا کر لیں۔ [اس کے بعد حضور انور نے ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کروائی جس میں ایم ٹی اے کے توسط سے دنیا بھر کے ناظرین وسامعین شامل ہوئے۔ دعا کے بعد فرمایا:]

اس وقت جو قادیان کے جلسہ کی حاضری بیان کی گئی ہے وہ چودہ ہزار دو سو بیالیس ہے۔ اس دفعہ پاکستان سے تو احباب نہیں شریک ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود باہر سے کافی احباب تشریف لائے اور انڈونیشیا سے بھی وہ ایک چارٹرڈ جہاز وہاں لے کے گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت چودہ ہزار دو سو بیالیس حاضری ہے اور یہاں اس وقت بیٹھے ہوئے لوگوں کی حاضری پانچ ہزار دو سو تیس ہے۔

......☆......☆......☆......

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ انمول زندگی بخش ارشادات

● قَالَ مَنْ اَفْطَرَ یَوْمًا مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ رُخْصَۃٍ وَلَا مَرَضٍ فَلَا یَقْضِیْہِ صِیَامُ الدَّھْرِ کُلِّہٖ وَلَوْ صَامَ الدَّھْرَ۔

(مسند دارمی باب من افطر یومًا من رمضان متعمِّدًا)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بلا عذر رمضان کا ایک روزہ بھی ترک کرتا ہے وہ شخص اگر بعد میں تمام عمر بھی اس روزہ کے بدلہ میں روزے رکھے تو بھی بدلہ نہیں چکا سکے گا۔ اور اس غلطی کا تدارک نہیں ہو سکے گا۔

● عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَہُ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّھْرِ۔

(مسلم کتاب الصیام باب استحباب صوم ستۃ ایام من شوال)

حضرت ابو ایّوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رمضان کے روزے رکھے۔ اس کے بعد (عید کا دن چھوڑ کر) شوّال کے بھی چھ روزے رکھے اس کو اتنا ثواب ملتا ہے جیسے اس نے سال بھر کے روزے رکھے ہوں۔ (کیونکہ ایک روزے کا دس گنا ثواب ملتا ہے۔ اس طرح 36 روزوں کا تین سو ساٹھ گُنا ثواب ملے گا)

● عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ صَخْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی اَجْسَامِکُمْ وَلَا اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ۔ (مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم ظلم المسلم......)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کو نہیں دیکھتا اور نہ تمہاری صورتوں کو (کہ خوبصورت ہیں یا بدصورت) بلکہ وہ تمہارے دِلوں کو دیکھتا ہے (کہ ان میں کتنا اِخلاص اور حُسنِ نیت ہے)

● عَنْ مُعَاوِیَۃَ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ کَالْوِعَاءِ اِذَا طَابَ اَسْفَلُہٗ طَابَ اَعْلَاہُ وَاِذَا فَسَدَ اَسْفَلُہٗ فَسَدَ اَعْلَاہُ۔

(ابن ماجہ ابواب الزھد باب التوقی علی العمل)

حضرت معاویہ بن ابوسفیانؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اعمال ایک برتن میں پڑی شئے کی طرح ہیں جب برتن میں پڑی شئے کا نچلا حصہ اچھا ہو تو اس کا اُوپر کا حصہ بھی اچھا ہوتا ہے اور جب اس کا نچلا حصہ گندہ اور خراب ہو تو اُوپر کا حصہ بھی گندہ اور خراب ہوتا ہے۔ (یہی حال اعمال کا ہے)

● عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَایَشْکُرِ النَّاسَ لَا یَشْکُرِ اللّٰہَ۔ (ترمذی باب مَا جاء فی الشکر لمن احسن الیک)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔ یعنی کسی شخص کے احسان کے نتیجہ میں انسان کو اگر کوئی نعمت یا بھلائی حاصل ہو تو جہاں اللہ تعالیٰ کا شکر لازم ہے وہاں اس مُحسن شخص کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

● عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَا یُبْدَأُ فِیْہِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَھُوَ اَقْطَعُ۔

(الجامع الصغیر للسیوطی حرف کاف، وکشّاف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ کام جو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بغیر شروع کیا جائے وہ ناقص اور برکت سے خالی ہوتا ہے۔

● قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُحِبَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اَوْ یُحِبَّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ فَلْیَصْدُقْ حَدِیْثَہٗ اِذَا حَدَّثَ وَلْیُؤَدِّ اَمَانَتَہٗ اِذَا اؤْتُمِنَ وَلْیُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَہٗ۔

(مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرّحمۃ علی الخلق بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اللہ اور اسکے رسولؐ سے واقعی محبت کرتے ہو اور چاہتے ہو کہ اللہ اور اسکا رسولؐ بھی تم سے محبت کرے تو اس کیلئے تمہیں یہ کرنا چاہئے کہ ہمیشہ سچ بولو، جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں کبھی خیانت نہ کرو اور اپنے پڑوسی سے ہمیشہ حسنِ سلوک کرو۔

● عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَفْضَلُ الذِّکْرِ: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَفْضَلُ الدُّعَاءِ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب دعوۃ المسلم مستجابۃ)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بہترین ذکر کلمۂ توحید ہے یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بہترین دعا الحمد للہ ہے۔

● جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھَا وَبُغْضِ مَنْ اَسَاءَ اِلَیْھَا۔

(جامع الصغیر جلد ۱ صفحہ ۱۲۰ بحوالہ ابن عدی فی الکامل، البیہقی فی شعب الایمان)

انسانی دِل کی سرشت اور جبلت میں یہ بات شامل ہے کہ وہ محسن سے محبّت اور بُرا سلوک کرنے والے سے نفرت کرے۔

● عَنْ اُمِّ ھَانِیٍٔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا عَائِشَۃُ لِیَکُنْ شِعَارُکِ الْعِلْمَ وَالْقُرْاٰنَ۔

(مسند الامام الاعظم کتاب العلم صفحہ ۲۰)

حضرت اُمّ ہانیؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ تمہارا شعار قرآن کریم اور علم ہو یعنی قرآن اور علم کے ساتھ تمہیں اس قدر محبّت ہونی چاہئے کہ اس سے زیادہ قریب اور پیاری چیز تمہیں کوئی نہ ہو۔ شعار اس لباس کو کہتے ہیں جو جسم کے ساتھ لگا رہے۔

● یَقُوْلُ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا وَالنَّاسُ نِیَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ بِسَلَامٍ۔

(سنن دارمی کتاب الاستئذان باب فی افشاء السلام، ترمذی ابواب صفۃ القیٰمۃ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَے لوگو! سلام کو عام کرو، ضرورت مندوں کو کھانا کھلاؤ، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رِحمی کرو اور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو نماز پڑھو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم امن اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

● اَلْبِرُّ مَا اطْمَأَنَّتْ اِلَیْہِ النَّفْسُ وَاطْمَأَنَّ اِلَیْہِ الْقَلْبُ، وَالْاِثْمُ مَا حَاکَ فِی النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِی الصَّدْرِ وَاِنْ اَفْتَاکَ النَّاسُ وَاَفْتَوْکَ۔

(مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۲۲۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیکی وہ ہے جس پر تیرا دل اور تیرا جی مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تیرے لیے اضطراب کا موجب بنے اگرچہ لوگ تجھے اس کے جواز کا فتویٰ دیں اور اسے درست کہیں۔

(ماخوذ از کتاب حدیقۃُ الصالحین، مصنفہ مکرم مولانا ملک سیف الرحمٰن صاحب مرحوم)

......☆......☆......☆......

رسول کریم ﷺ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپؐ کے دل میں سوائے اس کے اور کوئی خواہش نہیں تھی کہ شرک مٹ جائے اور خدا تعالیٰ کی توحید دُنیا میں پھیل جائے

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کے قلم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت کا ایمان افروز و دلنشین تذکرہ

آنحضرت ﷺ کا اسم مبارک

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ تفسیر کبیر جلد پنجم میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے انبیاء کے جو نام رکھے جاتے ہیں وہ ان کی آئندہ زندگی کے کاموں کی طرف اشارہ کرنے والے ہوتے ہیں بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ نام رکھنے والے مومن نہیں ہوتے جیسے محمد رسول اللہ ﷺ کا نام اللہ تعالیٰ نے نہیں رکھا بلکہ آپ کے دادا نے رکھا اور آپ کی والدہ نے اس نام کو پسند کیا لیکن ان کی زبانوں پر اللہ تعالیٰ نے تصرف کیا اور اس نے ان سے وہی نام رکھوایا جو پیشگوئیوں میں موجود تھا۔ (تفسیر کبیر، جلد 5، صفحہ 265)

رسول کریم ﷺ کا نام خدا تعالیٰ نے آپ کی والدہ اور دادا سے محمد رکھوایا اور آپ کی کامیابی اور اعلیٰ درجہ کی زندگی کی طرف اس نام میں ہی اشارہ کردیا۔ (ایضاً صفحہ 303)

حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ آپ ﷺ کی بعثت کی خبر

جس طرح یحییٰ علیہ السلام ارہاص تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اسی طرح حصرت عیسیٰ علیہ السلام ارہاص تھے محمد رسول اللہ ﷺ کے کیونکہ حضرت عیسیٰ کے وجود میں جو بن باپ پیدا ہوئے یہ خبر دی گئی تھی کہ اب موسوی دور ختم ہو چکا ہے اور وہ پیشگوئی شروع ہونے والی ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے اسماعیل کے متعلق یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ ”دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے برومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔“ (پیدائش باب ۱۷ آیت ۲۰ و پیدائش باب ۲۱ آیت ۱۸)

اسی طرح وہ وعدہ پورا ہونے والا ہے جو موسیٰؑ سے کیا گیا تھا کہ ”خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی سننا۔“ (استثناء، باب ۱۸، آیت ۱۵)

پس یہ واقعہ چونکہ ایک لمبے سلسلہ کی کڑی تھا۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے رَحۡمَتِ رَبِّكَ کے الفاظ استعمال کئے اور محمد رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ یہ تیرے رب کی رحمت کا نشان ہے کہ اس نے اتنے لمبے عرصہ سے دنیا کو تیری طرف متوجہ کرنے کیلئے تیار کیا پہلے اس نے یحییٰ کو پیدا کیا جو عیسیٰ کے لئے ارہاص تھا۔ پھر اس نے عیسیٰ کو پیدا کیا جو تیرے لئے راستہ صاف کرنے والا تھا۔ (ایضا، صفحہ 119)

آپ ﷺ کا بلند کردار اور صدیق و امین کہلانا

عرب میں اس وقت کوئی قانون نہ تھا کوئی اخلاقی ضابطہ نہ تھا۔ لوگ اس پر فخر کرتے تھے کہ ہمارا فلاں کی عورت یا لڑکی سے ناجائز تعلق ہے اس ماحول میں رہنے والے نوجوانوں سے کوئی شخص بلند کردار کی توقع نہیں کرسکتا مگر محمد رسول اللہ ﷺ نے ایسی گندی فضا کے باوجود جوانی میں ایسا اعلیٰ نمونہ دکھایا کہ لوگ آپ کو امین اور صدوق کہتے تھے یہ کہنا کہ آپ جھوٹ نہ بولتے تھے آپ کی ہتک ہے کیونکہ آپ صداقت کا یسا اعلیٰ نمونہ تھے کہ جس کی نظیر نہیں ملتی اور صداقت کا مقام جھوٹ نہ بولنے سے اوپر ہے پس آپ کا یہی کمال نہیں کہ آپ جھوٹ نہیں بولتے تھے بلکہ آپ کا کمال یہ ہے کہ آپ صدوق کہلاتے تھے۔ آپ کے کلام میں کسی قسم کا اخفاء اور پردہ دری یا فریب نہ ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ جو کچھ کہہ دیتے تھے لوگ اسے تسلیم کرلیتے آپ نے اہل مکہ سے کہا کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑا لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم یقین کرلوگے۔ سب نے کہا ہاں ہم مان لیں گے (بخاری کتاب التفسیر سورۃ شعراء) حالانکہ ویران علاقہ تھا اور صفا اور مروہ پر چڑھ کر دور دور نظر جاتی تھی ایسی حالت میں آپ کی بات ماننے کے صاف معنے یہی تھے کہ وہ اپنی آنکھوں کو جھوٹا سمجھتے حالانکہ وہ دیکھ رہے ہوتے کہ کوئی لشکر نہیں مگر وہ سب کے سب اپنی آنکھوں کو جھوٹا سمجھنے کیلئے تیار تھے لیکن یہ کہنے کیلئے تیار نہیں تھے کہ آپ غلط کہہ رہے ہیں اور جب سب نے یہ اقرار کرلیا تو آپ نے فرمایا خدا نے مجھے تمہاری ہدایت واصلاح کے لئے بھیجا ہے۔

پھر آپ کی صداقت کے متعلق ایک شدید ترین دشمن کی گواہی موجود ہے اہل مکہ کو جب خیال ہوا کہ حج کے موقع پر لوگ جمع ہونگے تو عین ممکن ہے کہ آپ ان میں سے بعض کو اپنے ساتھ ملالیں تو وہ لوگوں کو آپ سے بدظن کرنے کی تجویزیں سوچنے لگے کسی نے کہا یہ مشہور کردو کہ یہ شاعر ہے کسی نے کہا یہ مشہور کردو کہ یہ مجنون ہے۔ اتنے میں ایک شخص بولا اور کہنے لگا اسمیں گھبراہٹ کی کونسی بات ہے ہم کہہ دیں گے کہ یہ جھوٹا ہے اس پر انہی میں سے ایک مخالف نضر بن الحارث بڑے جوش سے کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا محمد (ﷺ) تمہارے درمیان جوان ہوا ہے اس کے اخلاق تم سب سے زیادہ اچھے تھے وہ تم سب سے زیادہ راستباز تھا۔ وہ تم سب سے زیادہ امین تھا مگر جب تم نے اس کی کنپٹیوں میں سفید بال دیکھے اور وہ تمہارے پاس وہ تعلیم لیکر آیا جس کا تم انکار کررہے ہو تو تم نے کہہ دیا کہ وہ جھوٹا ہے خدا کی قسم وہ ہرگز جھوٹا نہیں۔ (شفاء قاضی عیاض) (ایضاً، صفحہ 397)

آپ ﷺ پر وحی الٰہی کا نزول

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ آپ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے تو آپ نے فرمایا کبھی تو وہ گھنٹی کی آواز کی طرح نازل ہوتی ہے یعنی یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک گھنٹی بجی ہے اور اس کے بعد کلام الٰہی نازل ہونے لگتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا کوئی فرشتہ آتا ہے اور وہ مجھ سے بات کرتا ہے اور کبھی وہ کوئی دوسری شکل اختیار کرلیتا ہے۔ (ایضاً، صفحہ 164)

خدا تعالیٰ تک پہنچنے اور معرفت کے حصول کیلئے غار حرا میں جانا

جہاں تک توحید سے محبت اور شرک سے انتہائی نفرت کا سوال ہے یہ چیز بچپن سے ہی رسول کریم ﷺ کی فطرت میں موجود تھی۔ آپ اتنا تو جانتے تھے کہ خدا ایک ہے اور ایک ہی ہونا چاہئے لیکن خدا تک پہنچنے کے لئے اور معرفت کے حصول کے لئے رستہ کون سا ہے یہ آپ کو معلوم نہ تھا۔ اسی چیز کی تلاش میں آپ غار حرا میں عبادت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے ایک دن آپ اپنے معمول کے مطابق عبادت الٰہی میں مشغول تھے کہ خدا تعالیٰ کا فرشتہ آپ پر ظاہر ہوا اور اس نے کہا اِقۡرَاۡ یعنی پڑھ آپ نے فرمایا۔ مَاۤ اَنَا بِقَارِیٍٔ یعنی میں تو پڑھ نہیں سکتا فرشتے نے یہ سنا تو آپ کو زور کے ساتھ اپنے سینے سے لگا کر بھینچا اور چھوڑ کر پھر کہا اِقۡرَاۡ مگر آپ نے پھر وہی جوب دیا کہ مَاۤ اَنَا بِقَارِیٍٔ فرشتہ نے پھر آپ کو پکڑا اور زیادہ زور کے ساتھ سینہ سے لگا کر بھینچا اور چھوڑ کر کہا اِقۡرَاۡ مگر آپ نے پھر فرمایا مَاۤ اَنَا بِقَارِیٍٔ اسپر فرشتہ نے تیسری بار پھر آپ کو پکڑا اور نہایت زور کے ساتھ سینہ سے لگا کر بھینچا اور کہا اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ ○ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ○ اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَکۡرَمُ ○ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ○ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ یعنی اپنے رب کا نام لیکر پڑھ جس نے دنیا کی تمام اشیاء کو پیدا کیا ہے اور جس نے انسان کو ایک خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا ہے۔ ہم پھر تجھے کہتے ہیں کہ پڑھ۔ تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے انسان کو قلم کے ساتھ سکھایا ہے اور اس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا ہے جو وہ پہلے نہیں جانتا تھا۔ (بخاری باب بدء الوحی)

(ایضاً، صفحہ 394)

تن تنہا خدائی احکام کی بجا آوری

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِقۡرَاۡ یعنی جا اور دنیا کو میرا پیغام پہنچادے تو یہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ جا اور فرعون تک میرا پیغام پہنچادے تو حضرت موسیٰؑ نے گھبرا کر کہا کہ وَاجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیۡرًا مِّنۡ اَهۡلِیۡ (طٰہٰ: 30) اے خدا یہ ایسا بوجھ نہیں جس کو میں اکیلا برداشت کرسکوں اس لئے میری مدد کے لئے میرے ہی اہل میں سے ایک آدمی میرے ساتھ مقرر کردیں۔ مگر محمد رسول اللہ ﷺ نے ایسا نہیں کہا بلکہ جب اللہ

تعالیٰ نے آپ سے کہا کہ جا اور دنیا تک میرا پیغام پہنچا دے تو آپ نے اکیلے ہی اس بوجھ کو برداشت کرلیا اور خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کیلئے اپنے گھر کی طرف چل پڑے آپ نے گھر پہنچ کر حضرت خدیجہؓ کو یہ تمام واقعہ سنایا اور پھر کہا لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ یعنی خدا تعالیٰ نے ایک بہت بڑا کام میرے سپرد کیا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ میں اس عظیم الشان کام کو سرانجام بھی دے سکوں گا یا نہیں۔ حضرت خدیجہؓ جو آپ کی پاکیزہ زندگی کی شاہد تھیں انہوں نے یہ سنتے ہی کہا كَلَّا وَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کریگا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَ تَحْمِلُ الْكَلَّ وَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَ تَقْرِي الضَّيْفَ وَ تُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ کیونکہ آپ ہمیشہ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں اور لوگوں کے بوجھ ہلکا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ اخلاق فاضلہ جو دنیا سے مٹ چکے ہیں انکو ازسرنو قائم کر رہے ہیں اور ہمیشہ مہمان نوازی کرتے ہیں اور اگر کوئی شخص بغیر کسی شرارت کے مصیبت میں پھنس جائے تو آپ اس کی اعانت فرماتے ہیں۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایسے عظیم الشان اوصاف رکھنے والے انسان کو خدا چھوڑ دے۔ (بخاری باب بدء الوحی)

(ایضاً صفحہ 395-396)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جملہ اخلاق عالیہ کے جامع تھے

رسول کریم ﷺ کو ہی دیکھا جائے تو ہمیں آپ کے اندر تمام اخلاق دکھائی دیں گے آپ میں سچائی بھی شاندار طور پر نظر آئے گی آپ میں امانت بھی شاندار طور پر نظر آئے گی آپ میں سخاوت بھی شاندار طور پر نظر آئے گی۔ آپ میں رحم بھی شاندار طور پر نظر آئے گا۔ آپ میں غریبوں کی پرورش کا مادہ بھی شاندار طور پر نظر آئے گا۔ آپ میں انصاف بھی شاندار طور پر نظر آئیگا۔ آپ میں توکل بھی شاندار طور پر نظر آئیگا۔ اسی طرح تحمل، بردباری، دوسروں کے جذبات کا احترام، عورتوں سے حسن سلوک، بنی نوع انسان کی خدمت، صبر، چشم پوشی، تعاون باہمی، بہادری وفائے عہد اور اسی قسم کے سینکڑوں اخلاق آپ کے اندر شاندار طور پر دکھائی دیں گے لیکن کوئی فلاسفر ایسا نہیں نکل سکتا جو تمام اخلاق فاضلہ کا جامع ہو۔ (ایضاً صفحہ 480)

خدا تعالیٰ کی توحید کی اشاعت کی تڑپ

رسول کریم ﷺ نے دنیا کو بتایا کہ توحید کامل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے کامل اتحاد اور وصال حاصل ہو جائے جب کوئی شخص خدا تعالیٰ کو پالے تو اسوقت یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنی پیدائش کے مقصد کو حاصل کرلیا۔

یہ وہ توحید ہے جو رسول کریم ﷺ نے پیش کی اور پایا کہ تمہاری کامیابی اسی میں ہے کہ تمہارا اسی دنیا میں خدا سے وصال ہو جائے اور سوائے خدا کے تمہاری نگاہ اور کسی وجود پر نہ پڑے۔ دنیا نے آپ کے اس پیغام کا انکار کیا اور بڑی سختی سے آپ کا مقابلہ کیا آپ کو بڑی بڑی اذیتیں پہنچائی گئیں اور بڑی بڑی رکاوٹیں آپ کے مقصد میں حائل کی گئیں۔ مگر آپ نے خدائے واحد کے نام کی بلندی کے لئے ہر مصیبت کا خوشی سے خیر مقدم کیا اور ہر دکھ کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور کسی نازک سے نازک موقع پر بھی مداہنت یا نفاق کو برداشت نہیں کیا احد کی جنگ میں جب بعض مسلمانوں کی غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کی فتح شکست میں بدل گئی اور کفار نے پیچھے سے حملہ کر کے مسلمانوں کو تتر بتر کر دیا بلکہ خود رسول کریم ﷺ دشمن کے دباؤ کی وجہ سے ایک گڑھے میں گر گئے اور لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ شہید ہو گئے تو اس وقت مسلمانوں کی یہ کیفیت تھی کہ زمین و آسمان ان کے لئے تنگ ہو گئے مگر جلدی ہی انہیں معلوم ہو گیا کہ رسول کریم ﷺ زندہ ہیں چنانچہ صحابہؓ نے آپکو لاشوں کے نیچے سے نکالا اور جوں جوں مسلمانوں کو علم ہوتا گیا وہ آپ کے گرد جمع ہوتے گئے مگر پھر بھی ان کی تعداد تھوڑی تھی۔ رسول کریم ﷺ ان کو ساتھ لے کر پہاڑ کے ایک دامن میں چلے گئے اس وقت ابوسفیان نے بڑے تکبر سے آواز دی کہ مسلمانو! کہاں ہے تمہارا محمد ﷺ ہم نے اسے مار دیا ہے۔ صحابہؓ جواب دینا چاہتے تھے مگر آپ نے روک دیا۔ ابوسفیان نے پھر آواز دی اور کہا کہاں ہے ابوبکرؓ صحابہؓ پھر جواب دینا چاہتے تھے مگر رسول کریم ﷺ نے پھر بھی روک دیا۔ پھر اس نے بڑے جوش سے کہا کہاں ہے عمرؓ؟ حضرت عمرؓ کہنا ہی چاہتے تھے کہ میں تمہارا سر توڑنے کیلئے یہاں موجود ہوں۔ مگر آپ نے فرمایا مت بولو۔ دراصل ابو سفیان کی غرض یہ تھی کہ وہ پتا لگائے کہ کون کون زندہ ہے اور کون کون نہیں۔ آج کل بھی جنگ میں ایسی خبریں مشہور کر دی جاتی ہیں جن کی اصل غرض صرف اطلاع حاصل کرنا ہوتی ہے۔ مثلاً مشہور کر دیا جاتا ہے کہ فلاں جرنیل پکڑا گیا ہے یا فلاں جہاز ڈوب گیا ہے اور جس حکومت کا وہ جرنیل یا جہاز ہوتا ہے خاموش رہتی ہے تردید نہیں کرتی تا کہ دشمن کو معلومات حاصل نہ ہوں یہی غرض ابوسفیان کی بھی تھی مگر جب مسلمانوں کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو اس نے سمجھ لیا کہ یہ تینوں مسلمان لیڈر مارے گئے ہیں اس پر اس نے بڑے زور سے اپنا مشرکانہ نعرہ بلند کیا اور کہا اُعلُ ھُبَل اُعلُ ھُبَل یعنی ہمارا ہبل دیوتا بڑی شان والا ہے اس لئے اس نے مسلمانوں کو شکست دیدی ہے چونکہ صحابہؓ کو بار بار رسول کریم ﷺ فرما چکے تھے کہ خاموش رہو۔ اس لئے اس مشرکانہ نعرہ پر بھی وہ خاموش رہے۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے بڑے جوش سے صحابہؓ سے کہا۔ جواب کیوں نہیں دیتے انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہم کیا کہیں آپ نے فرمایا کہو اللہ اعلیٰ واجل یعنی تمہارے ہبل کی کیا حقیقت ہے اللہ تعالیٰ ہی بلند اور سب سے زیادہ طاقتور ہے اب دیکھو رسول کریم ﷺ نے کس طرح اپنی اور اپنے صحابہؓ کی موت کا اعلان تو برداشت کر لیا مگر جب خدا تعالیٰ کا نام آیا تو اسوقت آپ نے اس بات کی کوئی پرواہ نہ کی کہ ہم تھوڑے ہیں اگر دشمن کو پتا لگ گیا تو وہ حملہ کر کے نقصان پہنچائیگا بلکہ آپ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ جواب دو تمہارا ھُبل ہمارے خدا کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتا ہے۔

پھر اس واقعہ پر غور کرو کہ بڑے بڑے رؤسا اکٹھے ہو کر ابوطالب کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنے بھتیجے کو سمجھا لو۔ ورنہ ہم تمہیں بھی اپنی سرداری سے الگ کر دیں گے اس پر ابوطالب آپ کو بلاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ بتوں کے بارہ میں کچھ نرمی اختیار کر لیں مگر آپ فرماتے ہیں اے چچا اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں اور چاند کو میرے بائیں بھی لا کر کھڑا کر دیں تب بھی میں خدا تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ اگر آپ کو اپنی قوم عزیز ہے تو بیشک مجھے چھوڑ دیں اور اپنی قوم سے مل جائیں میرے لئے میرا خدا کافی ہے۔ غرض رسول کریم ﷺ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کے دل میں سوائے اس کے اور کوئی خواہش نہیں تھی کہ شرک مٹ جائے اور خدا تعالیٰ کی توحید دنیا میں پھیل جائے۔

پھر حدیثوں میں آتا ہے کہ جب آپکی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ گھبراہٹ میں کبھی اس پہلو پر جھکتے تھے اور کبھی اس پہلو پر اور فرماتے تھے کہ خدا یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کے مرنے کے بعد ان کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا یہ آپ کی آخری وصیت تھی جو آپ نے اپنی امت کو کی اور انہیں کھلے الفاظ میں انتباہ کیا کہ دیکھنا میرے بندے ہونے کو کبھی نہ بھول جانا اور میری قبر کو ایک قبر سے زیادہ کبھی کچھ نہ سمجھنا۔ باقی امتیں بے شک اپنے نبیوں کی قبروں پر سجدے کریں یا ان کی قبروں پر چڑھاوے چڑھائیں تمہارا کام یہی ہونا چاہئے کہ تم خدائے واحد کے آستانہ پر جھکو اور اسکو اپنا ملجا و ماویٰ سمجھو۔ (ایضاً صفحہ 509)

آپ ﷺ کو علمی معجزات دیئے گئے

درحقیقت علمی معجزات ایک مامور کی صداقت معلوم کرنے کا بڑا زبردست ذریعہ ہوتے ہیں جن کے مقابلے میں مخالفین بالکل گنگ ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ علمی معجزات اگرچہ دنیا میں ہر نبی کو ملتے چلے آئے ہیں مگر جس عظمت اور شان کے ساتھ محمد ﷺ کو یہ معجزہ ملا ہے اس کی دنیا کے اور کسی نبی میں نظیر نہیں مل سکتی باقی انبیاء کے معجزات تو اب ایک قصہ ماضی کی شکل اختیار کر چکے ہیں جن کا کوئی ثبوت دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا جا سکتا۔ مگر محمد رسول اللہ ﷺ کو وہ علمی نشان بخشا گیا ہے جو قیامت تک زندہ رہنے والا اور ہر زمانہ میں دشمنوں پر حجت تمام کرنے والا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسی پاک کتاب عطا فرمائی جس کے متعلق رہتی دنیا تک یہ کھلا چیلنج موجود ہے کہ اگر تم میں ہمت ہے تو آؤ اور اس کتاب کی نظیر تیار کر دو اگر اور نہیں تو اس کی ایک سورت میں ہی جس قدر علوم اور معارف اور پیشگوئیاں اور تزکیہ نفس وغیرہ کے ذرائع بیان کئے گئے ہیں اسی قدر حقائق اور معارف جیسی ایک سورت ہی بنا کر دکھا دو مگر تیرہ سو سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا، دنیا اس چیلنج کو قبول نہیں کر سکی اور قیامت تک وہ اسی طرح اس چیلنج

کو قبول کرنے سے گریز کرتی رہے گی اور اس طرح پر عقلمند انسان یہ ماننے پر مجبور ہوگا کہ محمد ﷺ کے علوم کا مقابلہ کرنا ناممکن امر ہے۔
(ایضاً، صفحہ 536)

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آنحضور ﷺ سے محبت

احد کی جنگ میں ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس کے نتیجہ میں لوگوں میں یہ مشہور ہوگیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ شہید ہوگئے ہیں۔ تمام مدینہ میں ایک کہرام مچ گیا اور عورتیں اور بچے بلبلاتے اور چیختے ہوئے میدان جنگ کی طرف دوڑ پڑے شہر سے نکلنے والی عورتوں میں ایک ستر سالہ بڑھیا بھی تھی اسکی بینائی اتنی کمزور ہوچکی تھی کہ دور کی چیز کو وہ نہیں دیکھ سکتی تھی اور قریب آجانے پر بھی وہ زیادہ تر دوسرے کو اس کی آواز سے ہی پہچانتی تھی۔ رسول کریم ﷺ بھی اس وقت میدان جنگ سے بخیرت واپس تشریف لا رہے تھے اور آپ کی خاص طور پر حفاظت کرنیکے لئے ایک انصاری صحابیؓ آپ کے ساتھ ساتھ چلے آرہے تھے۔ اور وہ اس فخر میں آپ کے اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے تھے کہ ہم خدا کے رسول کو میدان جنگ سے زندہ وسلامت لے آئے ہیں۔ ان کے ایک دوسرے بھائی اسی جنگ میں شہید ہوچکے تھے جب مدینہ سے عورتوں اور بچوں کا ایک ریلا روتا اور بلبلاتا ہو انکل رہا تھا تو اس صحابیؓ نے دیکھا کہ ان کی ستر سالہ بڑھیا ماں بھی بے تابی کے ساتھ چلی آرہی ہے اس نابینا بڑھیا کے قدم لڑکھڑا رہے تھے اسے رستہ نظر نہیں آتا تھا۔ اور وہ پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ جب اس صحابیؓ نے اپنی ماں کو دیکھا تو انہوں نے کہا۔ یارسول اللہ! میری ماں یارسول اللہ! میری ماں! مطلب یہ تھا کہ اس کا جوان بیٹا اس بڑھاپے کی عمر اور کمزوری میں مارا گیا ہے آپ اس کی طرف توجہ فرمائیں تا کہ اسکے دل کو تسکین حاصل ہو۔ رسول کریم ﷺ بھی اس بات کو سمجھ گئے۔ وہ بڑھیا قریب آئی تو آپ نے فرمایا میری اونٹنی کو کھڑا کرو۔ پھر آپ نے اس عورت کو مخاطب کیا اور فرمایا اے خاتون! میں تمہارے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے بیٹے کو شہادت کا مرتبہ دیا وہ تمہیں صبر دے اور تمہارے اس غم کو دور کرے۔ نظر کی کمزوری کی وجہ سے وہ عورت حیران ہوئی کہ یہ آواز مجھے کہاں سے آرہی ہے وہ تو یہی سمجھتی تھی کہ محمد رسول اللہ ﷺ شہید ہوگئے ہیں اور آواز تھی محمد رسول اللہ ﷺ کی۔ دیکھتے دیکھتے اس کی نظر آپ کے چہرہ پر پڑگئی اور اس نے پہچان لیا کہ آپ ہی ہیں اور آپ ہی اس وقت مجھ سے بول رہے ہیں۔ تو جیسے عورت خفگی میں بولتی ہے بڑی تنک کر کہنے لگی۔ یارسول اللہ آپ بھی کیسی باتیں کرتے ہیں یارسول اللہ آپ زندہ آگئے میرے بیٹے کا یہاں کیا ذکر ہے۔ سوال تو آپ کی زندگی کا تھا۔ سو الحمد للہ کہ آپ خیریت سے آگئے......

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ پرانے زمانہ کی امتوں میں سے جن کو ایمان نصیب ہوتا تھا لوگ انکے سروں پر آرے رکھ کر انہیں چیر دیتے تھے اور وہ کٹ کر دو ٹکڑے ہو جاتے تھے لیکن اپنے ایمان پر قائم رہتے تھے۔ صحابہؓ میں بھی اس کی نظیریں بڑی کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ حضرت بلالؓ کو ہی دیکھ لو انہیں بھوکا رکھا جاتا تھا اسکے بعد انکو تپتی ہوئی ریت پر لٹاتے۔ بڑا سا گرم پتھر ان کے سینہ پر رکھتے اور پھر ایک آدمی ان کے سینہ پر چڑھ جاتا اور کو دتا اور کہتا کہو محمد رسول اللہ ﷺ جھوٹے ہیں اور لات مناۃ اور عزیٰ خدا کے شریک ہیں۔ زبان انکی لٹک جاتی تھی گلا ان کا خشک ہو جاتا تھا مگر وہ یہی کہتے جاتے تھے کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اور جب بالکل ہی بے دم ہو جاتے تو فرماتے احد احد یعنی خدا ایک ہی ہے۔ غرض اس قربانی کا صحابہؓ نے جو نمونہ دکھایا تاریخ اسکے ذکر سے بھری پڑی ہے۔
(ایضاً صفحہ 438)

خدا تعالیٰ سے شدید محبت کا اظہار

محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان پر غرغرہ موت کے وقت جو آخری الفاظ جاری ہوئے وہ بھی یہی تھے کہ اِلَی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی میں اب عرش معلی پر بیٹھنے والے مہربان دوست کی طرف جاتا ہوں۔ یہ آخری الفاظ تھے جس کے بعد آپ کی روح جسد اطہر سے پرواز کرگئی اور آپ اپنے خدا کے حضور جا پہنچے۔ غرض ایک ایک قدم اور ایک ایک سانس پر رسول کریم ﷺ نے جس رنگ میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے جلال کا اظہار کیا ہے اور جس طرح اپنے عشق اور محبت کا ثبوت دیا ہے اس کی مثال دنیا کے اور کسی نبی میں دکھائی نہیں دیتی۔ (ایضاً صفحہ 510)

......☆......☆......☆......

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر 1

اُن کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ نبوّت محمدیہؐ سے مکتسب اور مستفاض ہے کس قدر بناوٹ اور تکلّف ہے۔ جو شخص پہلے ہی نبی قرار پا چکا ہے۔ اُس کی نسبت یہ کہنا کیونکر صحیح ٹھہرے گا کہ اس کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ نبوّت سے مستفاد ہے۔ اور اگر اس کی نبوّت چراغِ نبوت محمد یہ سے مستفاد نہیں ہے تو پھر وہ کن معنوں سے اُمّتی کہلائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ اُمّت کے معنے کسی پر صادق نہیں آسکتے جب تک ہر ایک کمال اُس کا نبی متبوع کے ذریعہ سے اس کو حاصل نہ ہو۔ پھر جو شخص اتنا بڑا کمال نبی کہلانے کا خود بخود رکھتا ہے وہ اُمّتی کیونکر ہوا بلکہ وہ تو مستقل طور پر نبی ہوگا جس کے لئے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ اور اگر کہو کہ پہلی نبوت اُس کی جو براہِ راست تھی دُور کی جائے گی اور اب از سرِنو باتباع نبوی نئی نبوت اس کو ملے گی جیسا کہ منشاء آیت کا ہے۔ تو پھر اس صورت میں یہی اُمّت جو خیر الامم کہلاتی ہے حق رکھتی ہے کہ ان میں سے کوئی فرد بمیمن اتباع نبویؐ اس مرتبہ ممکنہ کو پہنچ جائے اور حضرت عیسیٰؑ کو آسمان سے اُتارنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اگر اُمّتی کو بذریعہ انوار محمدی کمالات نبوت مل سکتے ہیں تو اس صورت میں کسی کو آسمان سے اُتارنا اصل حقدار کا حق ضائع کرنا ہے اور کون مانع ہے جو کسی اُمّتی کو فیض پہنچایا جائے۔ تا نمونہ فیض محمدی کسی پر مشتبہ نہ رہے کیونکہ نبی کو نبی بنانا کیا معنی رکھتا ہے۔ مثلاً ایک شخص سونا بنانے کا دعویٰ رکھتا ہے اور سونے پر ہی ایک بوٹی ڈال کر کہتا ہے کہ لو سونا ہوگیا۔ اس سے کیا یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ وہ کیمیا گر ہے۔ سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض کا کمال تو اس میں تھا کہ اُمّتی کو وہ درجہ ورزش اتباع سے پیدا ہو جائے ورنہ ایک نبی کو جو پہلے ہی نبی قرار پا چکا ہے اُمّتی قرار دینا اور پھر یہ تصور کر لینا کہ جو اس کو مرتبہ نبوت حاصل ہے وہ بوجہ اُمّتی ہونے کے ہے نہ خود بخود یہ کس قدر دروغ بے فروغ ہے۔
(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 214)

آیت وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ میں ایک پیشگوئی

اس آیت میں ایک پیشگوئی ہے جسکی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیشگوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے۔ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلّی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن، جلد 18، صفحہ 207)

آنحضرتؐ کی حیات کی زبردست دلیل

وہ (یعنی اللہ۔ ناقل) ہر صدی کے سر پر ایک شخص کو مامور کرتا ہے جو اسلام کو مرنے سے بچا لیتا ہے اور اس کو نئی زندگی عطا کرتا ہے اور دنیا کو ان غلطیوں بدعات اور غفلتوں اور سستیوں سے بچا لیتا ہے جو اُن میں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے اور یہ آپ کی حیات کی ایسی زبردست دلیل ہے کہ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔
(احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے؟ روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 469)

آنحضرتؐ کے سایہ میں پرورش پانا ادنیٰ انسان کو مسیح بنا سکتا ہے

حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں: اے نادانو!! اور آنکھوں کے اندھو!! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے سیّد و مولیٰ (اس پر ہزار ہا سلام) اپنے افاضہ کے رُو سے تمام انبیاء سے سبقت لے گئے ہیں۔ کیونکہ گذشتہ نبیوں کا افاضہ ایک حد تک آکر ختم ہوگیا۔ اور اب وہ قومیں اور وہ مذہب مُردے ہیں۔ کوئی اُن میں زندگی نہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رُوحانی فیضان قیامت تک جاری ہے۔ اسی لئے باوجود آپ کے اس فیضان کے اس اُمت کے لئے ضروری نہیں کہ کوئی مسیح باہر سے آوے۔ بلکہ آپ کے سایہ میں پرورش پانا ایک ادنیٰ انسان کو مسیح بنا سکتا ہے جیسا کہ اُس نے اس عاجز کو بنایا۔ (چشمہ مسیحی، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 389)

پس سیّدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور آپؐ سے کمال عشق و محبت کے نتیجہ میں اس زمانے کا امام اور مسیح و مہدی بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ امت محمدیہ کے لئے اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ بہت بڑا انعام ہے اس کو نظر انداز کرنا حد درجہ ناعاقبت اندیشی اور حد درجہ اللہ کی ناشکری اور دُنیا و آخرت میں ذلت و رُسوائی ہے۔ ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مسلمان بھائیوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ سنجیدگی کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کو پڑھ کر آپؐ کی صداقت معلوم کریں اور آپ پر ایمان لائیں۔ خاتم النّبیین کے متعلق بزرگان سلف و خلف کی رائے اسی شمارہ کے صفحہ نمبر 38 پر ملاحظہ فرمائیں۔ (منصور احمد مسرور)

تقریر جلسہ سالانہ قادیان دسمبر 2016

سیرت آنحضرت ﷺ عدل وانصاف کی روشنی میں

محمد انعام غوری (ناظر اعلیٰ قادیان)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ٘ وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا١ؕ اِعْدِلُوْا١۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (سورۃ المائدہ:9)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے۔

عدل کے بنیادی معنی ہیں دونوں طرفوں سے مساوی ہونا۔ افراط وتفریط اور کمی بیشی سے بچتے ہوئے درمیانی راستے کے اختیار کرنے کو اعتدال کہا جاتا ہے۔

عدل وانصاف کے لئے قرآن کریم میں دوسرا لفظ قسط بھی آیا ہے جیسا کہ سورہ مائدہ کی آیت نمبر 9 جس کی ابھی تلاوت کی گئی ہے۔ اسمیں بھی عدل اور قسط دونوں لفظ استعمال کئے گئے ہیں۔ یہ دونوں ہم معنی الفاظ ہیں لیکن معمولی فرق یہ ہے کہ دو آدمیوں میں مساوی سلوک کیا جائے تو یہ عدل کہلائے گا جبکہ قسط میں دوسرے کے ساتھ تقابل ہوتا ہے۔ یعنی قسط کے معنی ہیں کسی کے حقوق وواجبات کو پورا پورا ادا کرنا اس میں کمی بیشی نہ کرنا۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت ملک عرب کی جو حالت تھی اس میں عدل وانصاف کا کوئی نام ونشان نہ تھا۔ Might is right جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون جاری تھا۔ قدیم رسوم وعادات پر مبنی معاشرہ تھا۔ قبائل کے درمیان جنگ وجدل عام تھا۔ حمایتیوں کو محض آواز دینا کافی ہوتا تھا اور پھر برسوں قبائل کے درمیان بدلے کے قتلوں کا سلسلہ جاری رہتا۔ چنانچہ جنگ بسوس جو ایک حلیف قبیلے کی اونٹنی کو ہلاک کئے جانے کے انتقام سے شروع ہوئی تھی، چالیس سال تک جاری رہی اور باہم قتل وغارت گری کا بازار گرم رہا۔ مردوں اور عورتوں کو قید کرنے اور لونڈی و غلام بنانے کا رواج عام تھا۔ عورتوں کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔ نہ بیٹی کے لحاظ سے اور نہ بیوی کے لحاظ سے اور نہ ماں کے لحاظ سے۔

ایسے معاشرہ میں محسن انسانیت رحمۃ للعالمین حضرت اقدس محمد مصطفےٰ ﷺ اللہ کی طرف سے مبعوث ہوتے ہیں اور قرآن کریم کی شریعت کا نزول شروع ہوتا ہے اور بتدریج حیوانوں کو انسان بنانے اور انسانوں کو با اخلاق انسان بنانے اور با اخلاق انسانوں کو باخدا انسان بلکہ خدانما انسان بنانے کا معجزہ ظہور میں آتا ہے۔

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود ومہدیٔ معہود علیہ السلام اس معجزہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنے اشعار میں فرماتے ہیں:

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کا پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار
پر بنانا آدمی، وحشی کو ہے اک معجزہ
معنیٔ راز نبوت ہے اسی سے آشکار

اسی طرح آپ علیہ السلام اپنے عربی قصیدہ میں فرماتے ہیں:

صَادَفْتَهُمْ قَوْمًا كَرَوْثٍ ذِلَّةً
فَجَعَلْتَهُمْ كَسَبِيْكَةِ الْعِقْيَانِ

کہ اے محمد ﷺ آپ نے اس عرب قوم کو ذلیل گوبر کی مانند پایا لیکن اپنی قوت قدسیہ سے اور تربیت کے اثر سے انہیں سونے کی ڈلی میں تبدیل کردیا۔

آنحضرت ﷺ کے عدل وانصاف کی تفصیل بیان کرنا اس لحاظ سے بہت مشکل امر ہے کہ ہمیشہ ہر معاملے میں آپ کا قدم عدل کی سیڑھی کو پھلانگ کر احسان کی منزل تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے کسی سے قرض لیا ہو اور اس سے زائد اور بہتر طور پر واپس نہ فرمایا ہو۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد میں عدل وانصاف کے حوالے سے سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کی عائلی زندگی کا کسی قدر ذکر کروں گا۔ کیونکہ جو شخص اپنے گھر میں عدل وانصاف کو روا نہیں رکھ سکتا وہ باہر کیونکر اس وصف میں بہتر نمونہ بن سکتا ہے۔ لیکن ہمارے آقا حضرت اقدس محمد مصطفےٰ ﷺ کی شان دیکھئے! صبح شام کلام الٰہی نازل ہو رہا ہے، خاتم النبیین کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰى کی بشارت مل رہی ہے، آپ کے دست مبارک کو خدا اپنا دست مبارک قرار دے رہا ہے، تمام بنی نوع انسان کو پیغام دیا جارہا ہے کہ اگر اللہ کی محبت چاہتے ہو تو اس رسول کی پیروی اور محبت لازم ہے۔ دوسری طرف آپ کا یہ حال ہے کہ فرماتے ہیں کہ:

اَنَا النَّبِیُّ لَا كَذِب بے شک میں خدا کا نبی اور اس کا مقرب ہوں اسمیں کوئی ابہام اور مبالغہ نہیں لیکن ساتھ ہی فرماتے ہیں انا ابن عبد المطلب لیکن ہوں تو ایک بندہ اور عبد المطلب کا بیٹا۔

اسی طرح ایک اور موقع پر فرمایا وَاللّٰهِ مَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا یُفْعَلُ بِیْ اگرچہ میں اللہ کا رسول ہوں لیکن خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو ایک دفعہ یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ بھی اپنے اعمال کے سبب جنت میں داخل نہیں کئے جائیں گے۔ فرمایا وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ بِفَضْلِهٖ وَ رَحْمَتِهٖ کہ ہاں میں بھی اپنے اعمال کے سبب جنت میں داخل نہیں ہوسکوں گا سوائے اس کے کہ اللہ کا فضل اور اسکی رحمت مجھے ڈھانپ لے۔

جب آپؐ کی عائلی زندگی پر نظر کرتے ہیں تو سب سے پہلے ایک انتہائی مالدار، تجربہ کار، جہاندیدہ چالیس سال کی پختہ عمر خاتون حضرت خدیجہؓ کا ذکر سامنے آتا ہے جو ایک پچیس سالہ نوجوان کی نیکی اور تقویٰ اور دیانت اور امانت کا نہ صرف چرچا سن کر بلکہ اپنے تجارتی اموال کے ساتھ بھجوا کر تجربہ کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ سے نکاح کرنے کا پیغام بھجوا دیتی ہیں اور جب شادی ہو جاتی ہے تو آپ کی متوازن اور اعتدال سے بھرپور زندگی اور آپ کے اخلاق کریمانہ کے فیض سے سرشار ہو کر اللہ تعالیٰ کی پہلی وحی کے نزول پر صدق دل سے ایمان لاتی ہیں۔ اور آپ کو اس پیغام رسالت کے عطا ہونے پر آپ کی گھبراہٹ کو دور کرتے ہوئے ڈھارس بندھاتی ہیں کہ اے میرے سرتاج! آپ کیوں گھبراتے ہیں آپ کبھی ناکام نہ ہونگے بلکہ خدا کی قسم کھا کر گواہی دیتی ہیں کہ كَلَّا وَاللّٰهِ لَا یُخْزِیْكَ اللّٰهُ اَبَدًا۔ اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَصْدُقُ الْحَدِیْثَ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتُعِیْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ۔

اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ناکام نہیں فرمائے گا کیونکہ آپ تو رحمی رشتہ داروں کا خیال رکھنے والے ہیں اور کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور تمام وہ نیک اخلاق جو دنیا سے معدوم ہو چکے ہیں، آپ میں پائے جاتے ہیں اور مہمان نوازی کے وصف میں یکتا ہیں اور لوگوں کی حقیقی مصیبتوں میں ان کی مدد کرتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کے ایثار وفدائیت کو ان کی زندگی میں بھی ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا اور وفات کے بعد بھی ہمیشہ محبت اور وفا کے جذبات کے ساتھ یاد رکھا۔ گھر میں کوئی جانور ذبح ہوتا تو اس کا گوشت حضرت خدیجہ کی سہیلیوں میں بھی بھجوانے کی تاکید فرماتے۔

ایک اور زوجہ مطہرہ کا ذکر پیش کرتا ہوں حضرت صفیہ بنت حیؓ جو یہودی قبائل بنو نظیر اور بنو قریظہ کی شہزادی تھیں۔ غزوہ خیبر میں ان کا باپ، بھائی اور خاوند اور کئی رشتہ دار مارے گئے اور کسمپرسی کی حالت میں صفیہ قیدی بن کر آئیں۔ صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ یہ شہزادی آپ کے علاوہ کسی کے لئے مناسب نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی تکریم کی اور فرمایا کہ تم اپنے دین پر رہنا چاہتی ہو تو اسکا تو تمہیں اختیار ہے۔ ہاں اگر اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرو گی تو اس میں بہر حال تمہاری بھلائی ہے۔ صفیہ نے کہا کہ میں آپ کو سچا سمجھتی ہوں۔ انہوں نے فرمایا بے شک میں سچا ہوں مگر فیصلے کا اختیار تمہیں حاصل ہے۔ صفیہ نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ

اور اسلام کو اختیار کر لیا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے صفیہ کو یہ بھی اختیار دیا کہ چاہیں تو اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جائیں یا چاہیں تو آپ کے نکاح میں آجائیں۔ حضرت صفیہؓ نے آنحضرت ﷺ کے عقد میں آنا پسند کیا اور اس طرح ان کی مرضی سے ان سے نکاح فرمایا اور انکی آزادی کو ہی ان کا حق مہر قرار دیا۔

حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں کہ میں جب قیدی کی حیثیت سے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر کی گئی تو آپ سے زیادہ ناپسندیدہ انسان میری نظر میں اور کوئی نہیں تھا لیکن جب آنحضرت ﷺ نے ان کو بتایا کہ تمہاری قوم نے مسلمانوں کے ساتھ یہ یہ کیا تمہارا باپ میرے خلاف تمام عرب کو کھینچ لایا اور ہم پر حملہ میں پہل بھی اس نے کی تھی جس کی بنا پر مجبوراً تمہاری قوم کے ساتھ جنگ کرنا پڑی۔ ان حقائق کو سن کر اور آنحضرت ﷺ کے عدل وانصاف اور پھر ان کے ساتھ کئے گئے احسان اور شفقت کا اسقدر اثر ان پر پڑا کہ فرماتی ہیں "جب میں آپ کے پاس سے اٹھی تو آپ سے زیادہ اور کوئی محبوب اور پسندیدہ شخص میری نگاہ میں نہ تھا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

مدنی دور میں جبکہ آنحضرت ﷺ کی عمر پچاس سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ لیکن محض تربیتی اور قومی ضروریات کے مدنظر آپ کو متعدد شادیاں کرنی پڑیں اور بیک وقت نو بیویاں آپ کی تربیت اور کفالت میں رہیں مگر کبھی ان کی ذمہ داریوں سے آپ گھبرائے نہیں بلکہ نہایت حسن انتظام اور کمال اعتدال اور عدل و انصاف کے ساتھ سب حقوق ادا کئے اور سب کا خیال رکھا۔ آپ نماز عصر کے بعد کبھی سب بیویوں کو اس بیوی کے گھر میں بلوا لیتے جہاں آپ کی باری ہوتی تھی اور کبھی خود تمام بیویوں کے گھروں میں تشریف لے جا کر احوال دریافت فرمالیتے۔

ان تمام ازواج مطہرات کے درمیان اس قدر مخلصانہ عدل اور منصفانہ تقسیم کے باوجود آپ یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ تو جانتا ہے اور دیکھتا ہے کہ انسانی حد تک جو برابر منصفانہ تقسیم ہوسکتی تھی وہ تو میں کرتا ہوں پر میرے مولیٰ اب دل پر تو میرا اختیار نہیں اگر قلبی میلان کسی خوبی اور جوہر قابل کی وجہ سے ہو تو تو مجھے معاف فرما! اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

جیسا کہ ابتداء میں عربوں کی جہالت اور جور و استبداد کا ذکر ہو چکا ہے۔ جب انہی میں سے بعض سمجھدار اور شریف الطبع لوگوں کو خیال آیا کہ یہ تو بڑا غضب ہے کہ طاقتور کمزور کو کھاتا جا رہا ہے اور آئے دن کی خانہ جنگیوں اور لوٹ مار سے سینکڑوں گھرانے تباہ اور ہزاروں بچے یتیم ہو رہے ہیں اس طرح تو سارا ملک ایک دن تباہ ہو جائے گا۔ پس آؤ کہ کوئی ایسی تدبیر کریں کہ اس ظلم و تعدی سے نجات ملے۔ چنانچہ بعض سرداروں نے جن کے نام فضل بن حارث فضل بن وراعہ اور فضل بن فنالہ وغیرہ تھے باہم ایک معاہدہ کیا جس میں یہ عہد کیا گیا اور حلف اٹھایا گیا کہ جو مظلوم ہو اس کی مدد کی جائے اور جس کا حق چھینا گیا ہو اس کا حق دلایا جائے۔ چونکہ ان حلف اٹھانے والوں میں سے اکثر کا نام فضل تھا اسلئے اس کا نام حلف الفضول رکھا گیا۔ لیکن یہ معاہدہ بھی پانی کا بلبلہ ثابت ہوا اور اس پر عملدرآمد کی کسی کو توفیق نہ ملی۔ حتیٰ کہ حرب فجار وغیرہ جیسی خانہ جنگیوں میں بہت سے لوگ کٹ مرے تو پھر قریش کے بعض معززین نے چاہا کہ حلف الفضول کو دوبارہ زندہ کیا جائے۔ چنانچہ قریش کے سرداروں کا ایک اجتماع ہوا جس میں بنی ہاشم، بنی اسد، بنی زہیرہ اور بنی تمیم وغیرہ شریک تھے۔ ان سرداروں کے ساتھ ہمارے آقا حضرت اقدس محمد مصطفٰے ﷺ معاہدہ میں شریک تھے جو اس وقت اپنے عنفوان شباب کے دور میں تھے۔ مگر اس معاہدہ کی تجدید کے باوجود کسی فریق کو اپنی جہالت کی روایات سے ہٹ کر نہ مظلوم کی حمایت کی توفیق ملی اور نہ محروم کو اسکا حق دلانے کی کوشش کی گئی۔ ہاں اگر کسی کو اس معاہدے پر عمل کرنے کی توفیق ملی تو وہ ہمارے آقا حضرت اقدس محمد مصطفٰے ﷺ کا وجود تھا۔

چنانچہ دعویٰ نبوت کے بعد کا ایک واقعہ ہے کہ ایک بدوی خانہ کعبہ کے پاس آیا جہاں سرداران قریش جمع تھے اور فریاد کی کہ (ابو الحکم) ابوجہل نے میری کچھ رقم دبائی ہوئی ہے اور وہ ادا نہیں کرتا آپ لوگ میری مدد کریں۔ انہوں نے شرارت کی نیت سے آنحضرت ﷺ کے گھر کا پتا دیا کہ ان کے پاس جاؤ وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں۔ ان کا خیال یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ مدد کو نکلیں گے تو ابوجہل نعوذ باللہ آپ کو ذلیل کر کے نکال دے گا اور نہیں نکلیں گے تو ہم پوچھیں گے کہ حلف الفضول کے معاہدہ کی تجدید میں آپ بھی تو شریک تھے پھر کیوں نہ مدد کے لئے نکلے۔

بہر حال اس شخص نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی فریاد سنائی۔ آنحضرت ﷺ فوراً اس کے ساتھ چل پڑے اور ابوجہل کے گھر جا پہنچے۔ ابوجہل کے باہر نکلنے پر فرمایا تم اس کا قرض کیوں نہیں ادا کرتے وہ الٹے پاؤں گھر میں گیا اور رقم لا کر ادا کر دی۔ وہ بدو آنحضرت ﷺ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے واپس چلا گیا۔

جب سرداران قریش کو علم ہوا تو ابوجہل کو کوسنے لگے کہ ہمیں تو محمد (ﷺ) کے خلاف اکساتے پھرتے ہو اور جب ہم نے ان کو تمہارے گھر بھجوایا تو ان کے رعب میں آکر رقم ادا کر دی۔ ابوجہل نے بتایا کہ کیا بتاؤں کیا ماجرا گزرا جب وہ میرے دروازے پر آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ محمد (ﷺ) کے دائیں بائیں دو مست اونٹ کھڑے ہیں اگر میں ذرا بھی چوں و چرا کرتا تو لگتا تھا کہ وہ مجھے پھاڑ ڈالیں گے۔ اس لئے مجھے ان کے حکم کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ تو یہ تھا مظلوموں کے حامی اور عدل وانصاف کے پیکر حضرت اقدس محمد مصطفٰے ﷺ کا عملی نمونہ اور اس پہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا عظیم نشان۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ۔

انسان فطرتاً کسی کی مصیبت دیکھ کر رحم کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ کسی مجرم کو بھی سزا ملتی دیکھ کر رنجیدہ خاطر ہو جاتا ہے اور کوشش کی جاتی ہے کہ کسی طرح اس کو سزا سے بچایا جا سکے۔ رحمۃ للعالمین حضرت اقدس محمد مصطفٰے ﷺ کے بارہ میں خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں رؤوف و رحیم ہونے کی گواہی دی ہے۔ لیکن جن اقوام کے اخلاق زوال پذیر ہونے لگتے ہیں اور وہ طرح طرح کی بدیوں میں مبتلاء ہو جاتے ہیں تو ان میں یہ رواج عام ہو جاتا ہے کہ بڑے لوگ تو قانون کے خلاف عمل کر کے بھی بچ جاتے ہیں اور صرف غرباء اور بے سہارا لوگ ہی سزا پاتے ہیں۔ لیکن حضرت اقدس محمد مصطفٰے ﷺ رحمۃ للعالمین اور رؤوف و رحیم ہونے کے باوجود احکام شریعت کے نفاذ میں بیحد غیرت رکھتے تھے اور عدل وانصاف کو کبھی بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ سے روایت درج ہے کہ:

قبیلہ بنی مخزوم کی فاطمہ نامی ایک عورت نے چوری کی۔ اس پر لوگوں نے چاہا کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں اس عورت کے معاملے میں نرمی کی سفارش کی جائے۔ چنانچہ اسامہ بن زید جو رسول کریم ﷺ کے بہت لاڈلے اور پیارے تھے ان کو تیار کیا اور انہوں نے رسول کریم ﷺ سے اس امر کا ذکر کر دیا۔ حضرت رسول کریم ﷺ اس بات سے سخت ناراض ہوئے اور غصہ سے آپ کا چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی عادت تھی کہ جب ان میں کوئی معزز چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے مگر جب کوئی غریب چوری کرتا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیتے تھے مگر میرا یہ حال ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔" سُبْحَانَ اللّٰہِ۔

جنگ بدر میں مشرکین مکہ کے قیدیوں میں رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس بھی تھے۔ قیدیوں کی نگرانی جب حضرت عمرؓ کے سپرد ہوئی تو انہوں نے حضرت عباس سمیت سب قیدیوں کی مشکیں اچھی طرح کس دیں۔ جو مسجد نبوی کے احاطہ میں ہی تھے جس سے عباس کراہنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اپنے چچا کے کراہنے کی آواز سنی تو بے چین ہوئے اور آپ کی نیند اڑ گئی۔ انصار کو کسی طرح اس کا علم ہو گیا تو انہوں نے حضرت عباس کی مشکیں ڈھیلی کر دیں تو ان کا کراہنا بند ہو گیا۔ تو معاً آپؐ نے دریافت فرمایا کہ عباس کے کراہنے کی آواز کیوں نہیں آرہی؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے آپ کی تکلیف کے خیال سے ان کی رسیاں ڈھیلی کر دی ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ انصاف کے خلاف بات ہے۔ یا تو باقی قیدیوں کی رسیاں بھی ڈھیلی کر دو یا پھر عباس کی رسیاں بھی کس دو۔ اس پر صحابہ نے تمام قیدیوں کی

رسیاں ڈھیلی کر دیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ۔

جنگ حنین میں ۲۴ ہزار اونٹ، ۴۰ ہزار بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی اور چھ ہزار قیدی مسلمانوں کے ہاتھ لگے تھے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں اپنے اور بنو عبدالمطلب کے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے رہا کرتا ہوں۔ انصار و مہاجرین نے کہا: ہم بھی اپنے اپنے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے آزاد کرتے ہیں۔ اب بنی سلیمہ و بنی فزارہ رہ گئے، ان کے نزدیک یہ عجیب بات تھی کہ حملہ آور دشمن پر (جو خوش قسمتی سے زیر ہو گیا ہو) ایسا لطف و کرم کیا جائے، انہوں نے اپنے حصے کے قیدیوں کو آزاد نہ کیا۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں بلایا۔ ہر ایک قیدی کی قیمت چھ اونٹ قرار پائی۔ یہ قیمت نبی کریم ﷺ نے خود ادا کر دی اور اس طرح باقی قیدیوں کو بھی آزادی دلائی۔

یہ واقعہ جہاں آپؐ کی رحم دلی کی گواہی دیتا ہے، وہاں اس حقیقت کو بھی آشکار کرتا ہے کہ حضور کی انصاف پسند طبیعت کو یہ ہرگز پسند نہ تھا کہ چند قیدی تو اپنے رشتہ داروں کی وجہ سے چھوٹ جائیں اور باقیوں کو بدستور قیدی رکھا جائے چنانچہ آپ نے باقی ماندہ قیدیوں کی قیمت ادا کر کے انہیں رہائی دلا دی۔

آنحضرت ﷺ کے قائم کردہ عدالتی نظام میں ریاست کا حاکم اعلیٰ اور ایک معمولی شہری قانون میں برابر ہیں۔ چنانچہ ایک مقدمہ میں حضور ﷺ خود ایک بدو کے خلاف مدعی تھے۔ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں حضور ﷺ سے گواہ پیش کرنے کے لئے کہا گیا۔ اس میں حضرت خزیمہ بن ثابتؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے گواہی دی۔ اس واقعہ کی تفصیل سنن ابی داؤد میں اس طرح سے درج ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بدو سے گھوڑا خریدا اور اسے قیمت لینے کے لئے اپنے پیچھے آنے کو فرمایا۔ آپ تیز چل رہے تھے۔ بدو اپنی سست رفتاری کے باعث پیچھے رہ گیا بدو کو لوگ ملنے لگے اور انہوں نے اس گھوڑے کی قیمت زیادہ لگائی وہ نہیں جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ یہ گھوڑا خرید چکے ہیں۔ بدو نے رسول اللہ ﷺ کو پکارا اور دریافت کیا کہ آپ یہ گھوڑا خریدیں گے یا میں اسے کسی اور کے ہاتھ فروخت کر دوں؟ آپ رک گئے اور دریافت فرمایا کیا میں اسے تم سے خرید نہیں چکا ہوں؟ بدو نے جواب دیا کہ بخدا میں نے یہ تمہارے ہاتھ نہیں بیچا۔ آپ نے تعجب سے فرمایا کیوں نہیں؟ میں تم سے اسے خرید چکا ہوں اس پر بدو کہنے لگا کوئی گواہ لاؤ۔ خزیمہ بن ثابت بولے ”میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اسے اس سے خرید چکے ہیں۔ آپ خزیمہ کی طرف گئے اور فرمایا تم کس بنیاد پر گواہی دیتے ہو۔ انہوں نے جواباً کہا آپ کی تصدیق پر اے اللہ کے رسول“

پس کسقدر مخلص اور باوفا تھا یہ شاہد اور کس قدر صادق القول اور منصف تھا یہ مشہود۔
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ۔

حضرت رسول کریمؐ اپنے اصحاب کے درمیان کمال عدل کے ساتھ فیصلے فرماتے مگر ساتھ ہی یہ بھی تنبیہ فرماتے تھے کہ دیکھو میں بھی ایک انسان ہوں تم اپنے تنازعات میرے پاس لاتے ہو ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے مدمقابل پر اپنی حجت زیادہ چرب زبانی سے پیش کرے اور میں اس کے حق میں فیصلہ دے دوں تو وہ یاد رکھے جو چیز وہ ناحق لے گا وہ ایک آگ کا ٹکڑا لے جائے گا چاہے تو لے لے چاہے تو اسے چھوڑ دے۔ (بخاری)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں ایک جنتی اور دوسرے دوزخی۔ جنتی قاضی وہ ہے جو حق کو پہچان کر اسکے مطابق فیصلہ کرے اور جو قاضی حق پہچانتے ہوئے ظالمانہ فیصلہ کرے وہ دوزخی ہے اسی طرح وہ قاضی جو لوگوں کے فیصلے بغیر سوچے سمجھے کرے وہ بھی دوزخی ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”جسے لوگوں کے لئے قاضی بنایا گیا وہ تو بغیر چھری کے ذبح کیا گیا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو قضاء کا عہدہ مانگ کر لے گا وہ اپنے نفس کے چکر میں پھنس جائے گا اور جسے مجبور کر کے یہ منصب سپرد کیا جائے گا اس پر ایک فرشتہ اُترے گا جو اسے سیدھی راہ چلاتا رہے گا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

جن اموال کی تقسیم پر حضرت رسول اکرم ﷺ کو اختیار حاصل تھا اس میں بھی آپؐ عدل و انصاف کو ملحوظ رکھتے لیکن بعض اوقات بعض مصالح کے مدنظر کسی حقدار کی حق تلفی کئے بغیر بعض دوسروں کو زائد بھی عطا فرماتے۔ چنانچہ جنگ حنین سے واپسی پر بعض عرب سرداروں کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہوئے تالیف قلوب کی غرض سے انعام و اکرام سے نوازا اور اس نوازش اور شفقت کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ سردارانِ عرب نہ صرف مسلمان ہو گئے بلکہ ان کے قبائل بھی مسلمان ہو گئے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا بعض لوگوں کو میں تالیف قلب کی خاطر دیتا ہوں جبکہ ان کے علاوہ بعض دوسرے لوگ مجھے زیادہ عزیز ہوتے ہیں مگر انہیں اسلام کے قریب کرنے کے لئے ایسا کرتا ہوں۔ (بخاری)

لیکن ایک نادان نے اعتراض کیا کہ اس تقسیم میں عدل سے کام نہیں لیا گیا۔ آنحضرت ﷺ کو جب اس اعتراض کا علم ہوا تو صرف اسقدر فرمایا کہ: اگر اللہ اور اس کا رسول عدل نہیں کرے گا تو اور کون کرے گا۔ اللہ تعالیٰ موسیٰؑ پر رحم کرے ان پر اس سے بڑا الزام لگایا گیا مگر انہوں نے صبر کیا۔ (بخاری)

اسی طرح ایک اور موقع پر اموال غنیمت کی تقسیم میں ایک انصاری نے اعتراض کر دیا تھا کہ یا رسول اللہ یہ کیا بات ہے کہ خون تو ہماری تلواروں سے بہہ رہا ہے اور اموال آپ مہاجرین میں تقسیم کر رہے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے کیا خوب جواب مرحمت فرمایا! آپؐ نے فرمایا کہ کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ مال غنیمت تو مہاجرین اپنے گھر لے جائیں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے گھروں میں لے جاؤ۔

اس جواب سے جہاں وہ معترض شرمندہ ہوا وہاں تمام انصار کا گروہ اس کے اعتراض پر ملامت کرتا رہا۔

دراصل رسول کریم ﷺ نے جہاں بھی اموال کی تقسیم میں بعض مصالح کے مدنظر ترجیح کا فیصلہ فرمایا وہ بھی عدل و انصاف سے ہٹ کر نہیں بلکہ ان اموال کے خمس میں سے جس کی تقسیم پر مکمل اختیار رسول کریم ﷺ کو حاصل تھا لیکن اس میں بھی اپنی ذات اور اپنے جگر گوشوں کو ہمیشہ محروم رکھا۔ آپ کی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہؓ نے جب دیکھا کہ بہت سارے قیدی آتے ہیں اور آنحضرت ﷺ انہیں ضرورتمندوں میں تقسیم فرماتے ہیں تو آپ نے بھی ایک خادم گھریلو ضرورت کیلئے طلب کیا کہ چکی پیستے میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں لیکن رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ ”خدا کی قسم! میں تمہیں خادم عطا کر کے اہل صفہ یعنی غریب لوگوں کو محروم نہیں رکھ سکتا جو فاقوں سے بے حال ہیں اور جن کے نان ونفقہ کے لئے اخراجات میسر نہیں۔ میں قیدی فروخت کر کے اہل صفہ پر خرچ کر دوں“

اور آپ کی تکالیف کے ازالہ کیلئے نسخہ تجویز فرمایا کہ ہر فرض نماز کے بعد سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر کا ورد کیا کرو یہ قیدی اور خادم کے تحفہ سے بہتر ہے۔

ابتداء میں خاکسار نے سورۃ المائدہ کی جو آیت نمبر 9 کی تلاوت کی تھی۔ اس میں دشمنوں کے ساتھ بھی عدل و انصاف کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس ضمن میں صرف ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔

ایک دفعہ کچھ صحابہ کو باہر خبر رسانی کے لئے بھجوایا گیا کیونکہ جنگی حالات تھے، حالات پر نظر رکھنی ہوتی تھی اس دوران دشمن کے کچھ آدمی ان کو حرم کی حدود میں مل گئے۔ مسلمانوں نے خیال کیا کہ اگر ہم نے ان کو زندہ چھوڑ دیا تو یہ مکہ والوں کو جا کر خبر کر دیں گے۔ اور ہم مارے جائیں گے۔ اس خیال سے انہوں نے ان پر حملہ کر دیا اور ان کفار میں سے ایک آدمی مارا گیا جب یہ خبر رسانی والا قافلہ مدینہ واپس آیا۔ تو پیچھے مکہ والے آدمی بھی آ گئے اور شکایت کی کہ اسطرح ہمارے دو آدمی حرم کے اندر مارے گئے ہیں حالانکہ پہلے بھی یہ لوگ آنحضرت ﷺ پر حرم کی حدود میں ظلم و ستم کرتے رہے ہیں اس طرح ان کی فریاد رسی کا کوئی جواز نہ تھا لیکن آنحضرت ﷺ کا عدل و انصاف ملاحظہ فرمائیے آپ نے مکہ والوں کو فرمایا کہ تمہارے ساتھ نا انصافی ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ نے ان دونوں کا خون بہا ان مقتولین کے ورثاء کو دلوایا۔

صلح حدیبیہ کی شرائط میں سے ایک یہ شرط بھی تھی کہ مکہ سے اگر کوئی مسلمان مدینہ چلا جائے تو اسے واپس کرنا ہوگا لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ چلا جائے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔ اسی دوران جب یہ معاہدہ لکھا جا رہا تھا، نمائندہ قریش سہیل بن عمرو کا ایک بیٹا ابو جندل جو مسلمان ہو چکا تھا اور کفار مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر مدینہ کی طرف

جارہا تھا لیکن اس معاہدہ کے مطابق آنحضرت ﷺ نے اس مظلوم کو دوبارہ اس کے باپ سہیل بن عمرو کے سپرد کر دیا جس نے اسے پھر اذیت ناک قید میں ڈال دیا۔ یہ ایسی شرط اور ایسا معاہدہ تھا کہ حضرت عمرؓ جیسے بہادر شخص کا پتہ بھی پانی ہو رہا تھا لیکن آنحضرت ﷺ نے بڑی سے بڑی جذبات کی قربانی دے کر بھی اس معاہدہ کی ایک ایک شرط کو پورا فرمایا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اس صلح حدیبیہ کے بعد محض تین سال کے عرصہ میں آپؐ کو دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ فاتحانہ طور پر مکہ معظمہ میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔

سامعین کرام! ایک وقت وہ تھا جب آنحضرت ﷺ نے بیت اللہ کے چابی بردار عثمان بن طلحہ سے کہا تھا کہ بیت اللہ کھول دو لیکن اس نے انکار کر دیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا ''اے عثمان دیکھنا ایک دن یہ چابی میرے پاس ہوگی۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر آپ نے عثمان بن طلحہ سے وہی چابی لی اور بیت اللہ کا دروازہ کھول کر خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کیا۔

حضرت عباسؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ اب یہ چابی بنو ہاشم کو دے دی جائے۔ لیکن قربان جائیے اس منصف اعظم ﷺ پر کہ آپؐ نے وہ چابی دوبارہ عثمان بن طلحہ کو لوٹا دی جو مدت سے بیت اللہ کا کلید بردار چلا آرہا تھا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

آنحضرت ﷺ لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کا بہت خیال رکھا کرتے تھے قرضداروں کے قرض کی واپسی کی اسقدر تاکید فرماتے کہ جس شخص کے بارے میں یہ علم ہوتا کہ یہ ایسی حالت میں فوت ہوا کہ اس پر قرض کی ادائیگی واجب تھی تو آپ اس کا جنازہ نہ پڑھاتے تھے۔

کسی کو کسی شخص سے کوئی تکلیف پہنچی ہو کسی کی دلآزاری ہوگئی ہو، جب تک اس سے وہ معافی تلافی نہ کرالے آپ اس شخص سے راضی نہ ہوتے تھے اور خود کا اپنا یہ حال تھا کہ سورۃ نصر کے نزول کے بعد (جس میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کی طرف اشارہ ہے) رسول اللہ ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جسے سن کر لوگ بہت روئے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سب کو اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کسی نے مجھ سے کوئی حق یا بدلہ لینا ہو تو قیامت سے پہلے آج یہیں لے سکتا ہے۔ ایک بوڑھا شخص عکاشہ نامی کھڑا ہوا اور کہنے لگا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ اگر آپ بار بار اللہ کی قسم دے کر یہ نہ فرماتے کہ بدلہ لے لو تو میں ہرگز آگے نہ بڑھتا۔ میں فلاں غزوہ میں آپ کے ساتھ تھا میری اونٹنی حضور کی اونٹنی کے قریب آئی تو میں سواری سے اتر آیا تا کہ حضور ﷺ کے قدم چوم لوں۔ حضور نے چھڑی اٹھا کر جو ماری تو میرے پہلو میں لگی۔ مجھے نہیں معلوم کہ حضور ﷺ نے ارادتاً مجھے ماری تھی یا اونٹنی کو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ کے جلال کی قسم! خدا کا رسول جان بوجھ کر تجھے مار نہیں سکتا''، پھر آپؐ نے بلالؓ سے فرمایا کہ حضور ﷺ کی وہی چھڑی گھر سے لے کر آئے۔

حضرت بلالؓ جا کر حضرت فاطمہؓ سے وہ چھڑی لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ چھڑی عکاشہؓ کو دی اور فرمایا کہ اپنا بدلہ لے لو۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے عکاشہؓ سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی بجائے ہم سے بدلہ لے لو۔ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بٹھا دیا پھر حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی بجائے مجھ سے بدلہ لے لو۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں بھی روک دیا۔ پھر حضرت حسنؓ اور حسینؓ اٹھے انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے نواسے ہیں اور ہم سے بدلہ لینا بھی رسول اللہ ﷺ سے بدلہ لینے کی طرح ہے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں بھی منع کر دیا اور عکاشہ سے کہا کہ تم بدلہ لے لو۔ عکاشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! جب آپ کی چھڑی مجھے لگی تو میرے بدن پر کپڑا نہ تھا۔ حضور ﷺ نے بدن سے کپڑا اٹھایا تو مسلمان دیوانہ وار رونے لگے وہ دل میں کہتے تھے کہ کیا عکاشہ ہمارے آقا ﷺ کو چھڑی مارے گا؟ عکاشہ نے حضورؐ کے جسم کو دیکھا تو لپک کر آگے بڑھا اور آپؐ کو چومنے لگا اور ساتھ کہتا جاتا تھا ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ سے بدلہ لینے کو کس کا دل گوارہ کرسکتا ہے''، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''یا تو تمہیں بدلہ لینا ہوگا یا پھر معاف کرنا ہوگا''، عکاشہ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ میں نے معاف کیا اس امید پر کہ اللہ بھی قیامت کے دن مجھے معاف کرے''، نبی کریم نے فرمایا جو آدمی جنت میں میرے ساتھی کو دیکھنا پسند کرے وہ اس بوڑھے کو دیکھ لے۔ پھر تو مسلمان عکاشہ کے ماتھے کو چومنے لگے اور اسے مبارکباد دے کر کہنے لگے کہ تم نے بہت بلند درجہ حاصل کر لیا۔

(مجمع الزوائد، جلد ۹، صفحہ ۲۸۹، دار الکتب العربی بیروت)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: اس زمانے میں ہم احمدیوں پر عدل و انصاف کو قائم رکھنے کی بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ ہم اس بات کے دعوے دار ہیں کہ ہم نے اس زمانے کے امام کو پہچانا اور اس کی بیعت میں شامل ہوئے۔ وہ امام جس کو آنحضرت ﷺ نے حکم اور عدل کہا ہے جہاں وہ امام ان خصوصیات کا حامل ہوگا وہاں اس کے ماننے والوں سے بھی یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ عدل کے اعلیٰ معیار قائم کریں۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابن مریم حکم اور عدل بن کر ضرور نازل ہوگا۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد ۲، صفحہ ۴۹۴، بیروت)

ایک روایت ہے حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر دنیا کی زندگی کا ایک دن بھی باقی ہوگا تو اللہ تعالیٰ ضرور میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا جو دنیا کو عدل سے بھر دے گا جس طرح کہ وہ پہلے ظلم و جور سے بھری ہو گی۔ (ابوداؤد کتاب الفتن)

یعنی امام مہدی کا آنا بہرحال ضروری ہے اور قیامت سے پہلے اس نے آنا ہے چاہے قیامت کو ایک دن بھی رہ جائے تو وہ مبعوث ہوگا اس کے بعد یہ سب کچھ ہوگا۔ ہم لوگ خوش قسمت ہیں جنہوں نے امام مہدی کو دیکھا، پہچانا اور اس کی جماعت میں شامل ہوئے اور آنحضرت ﷺ کی اس پیشگوئی کو پورے ہوتے دیکھا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''اب دور مسیح موعود آگیا ہے اب بہرحال خدا تعالیٰ آسمان سے ایسے اسباب پیدا کر دے گا کہ جیسا کہ زمین ظلم اور ناحق کی خونریزی سے پُر تھی اب عدل اور امن اور صلح کاری سے پُر ہو جائے گی اور مبارک وہ امیر اور بادشاہ ہیں جو اس میں سے کچھ حصہ لیں۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن، جلد ۱۷، صفحہ ۱۹)

......☆......☆......☆......

دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلینؐ

پاکیزہ منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلینؐ
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فِدا
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب
سخت شور اُوفتاد اندر زمیں
رحم کُن بَر خَلق اے جاں آفریں
کچھ نمونہ اپنی قدرت کا دکھا
تجھ کو سب قدرت ہے اے رب الوریٰ

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 513)

سیرت آنحضور ﷺ بحیثیت داعی الی اللہ

شیخ مجاہد احمد شاستری (ایڈیٹر اخبار بدر ہندی قادیان)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے: يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (المائدہ: 68) اے رسول اچھی طرح پہنچا دے جو تیرے رب کی طرف سے تیری طرف اتارا گیا ہے۔

پھر اس دعوت اور تبلیغ کے طریق کار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ (شوریٰ:16) پس اسی بناء پر چاہیے کہ تو انہیں دعوت دے اور مضبوطی سے اپنے موقف پر قائم ہو جا جیسے تجھے حکم دیا جاتا ہے۔

نیز فرمایا: اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (النحل: 126) اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے اور ان سے ایسی دلیل کے ساتھ بحث کر جو بہترین ہو، یقیناً تیرا رب ہی اسے، جو اس کے راستے سے بھٹک چکا ہو سب سے زیادہ جانتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کا بھی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

ان آیاتِ ربانی سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادی حیثیت داعی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ○ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (الاحزاب: 45 تا 46) اے نبی یقیناً ہم نے تجھے شاہد اور ایک مبشر اور ایک نذیر کے طور پر بھیجا ہے۔ اور اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے بلانے والے اور ایک منور کر دینے والے سورج کے طور پر۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آپؐ نے دعوتِ اسلامی کے کام کو باقی تمام کاموں پر مقدم رکھا اور ہر دور اور ہر حالت میں اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے ہمہ تن مصروف رہے۔ آیئے! آپؐ کی دعوت الی اللہ کے چند اہم پہلوؤں کا مطالعہ آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ، ارشادات مبارکہ اور آپ ﷺ کے عاشق صادق سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں کریں تا کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں بہتر طریق پر ادا کرنے کی کوشش کر سکیں۔ کیونکہ اُمت پر بھی آپ کے نقشِ قدم پر دعوت الی اللہ کو فرض کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا سورہ آل عمران میں ارشاد ہے: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران: 105) تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو خیر کی طرف دعوت (یعنی) نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے۔

دعوۃ الی اللہ کی ترغیب

حدیث شریف میں آتا ہے: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: ’’بخدا تیرے ذریعہ ایک آدمی کا ہدایت پا جانا تیرے لئے اعلیٰ درجہ کے سرخ اونٹوں کے مل جانے سے زیادہ بہتر ہے۔ (مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل علیؓ بن ابی طالب)

نیکی کی طرف بلانے کا ثواب

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص کسی نیک کام اور ہدایت کی طرف بلاتا ہے اس کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا ثواب اس بات پر عمل کرنے والے کو ملتا ہے اور ان کے ثواب میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوتا اور جو شخص کسی گمراہی اور برائی کی طرف بلاتا ہے اس کو بھی اسی قدر گناہ ہوتا ہے جس قدر کہ اس برائی کے کرنے والے کو ہوتا ہے۔ اور اسکے گناہوں میں کوئی کمی نہیں آتی۔‘‘ (مسلم، کتاب العلم، باب من سن حسنۃ او سیئۃ)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی کاوشیں

ہجرت سے تھوڑا عرصہ پہلے آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو معلم بنا کر انکی قوم کی طرف بھیجا۔ انہوں نے جا کر اسلام کی تبلیغ کی تو نصف قبیلہ اسی وقت مسلمان ہو گیا اور نصف نے کہا کہ ہم حضور کی ہجرت کے بعد ایمان لائیں گے۔ چنانچہ آپ مدینہ آئے تو وہ لوگ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ ان کو دیکھ کر قبیلہ اسلم نے بھی اسلام کے سامنے سر جھکا دیا۔‘‘ (مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل ابی ذرؓ)

آنحضور ﷺ کا آغاز تبلیغ

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ اپنی شہرہ آفاق کتاب سیرت خاتم النبیین ﷺ میں فرماتے ہیں: ’’آپؐ کی طبیعت میں یکسوئی اور اطمینان تھا۔ چنانچہ آپؐ نے لوگوں کو توحید باری تعالیٰ کی طرف بلانا شروع کیا اور شرک کے خلاف تعلیم دینے لگے مگر شروع شروع میں آپؐ نے اپنے مشن کا کھلم کھلا اظہار نہیں فرمایا۔ بلکہ نہایت خاموشی کے ساتھ کارروائی شروع کی اور صرف اپنے ملنے والوں کے حلقہ تک اپنی تعلیم کو محدود رکھا۔ (سیرت خاتم النبیین، از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ، صفحہ 120)

آنحضور ﷺ کی اقرباء کو دعوت

آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ ایک دعوت کا انتظام کرو اور اس میں بنو عبدالمطلب کو بلاؤ تا کہ اس ذریعہ سے ان تک پیغام حق پہنچایا جاوے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے دعوت کا انتظام کیا اور آپؐ نے اپنے سب قریبی رشتہ داروں کو جو اس وقت کم و بیش چالیس نفوس تھے اس دعوت میں بلایا۔ جب وہ کھانا کھا چکے تو آپؐ نے کچھ تقریر شروع کرنی چاہی مگر بد بخت ابولہب نے کچھ ایسی بات کہہ دی جس سے سب لوگ منتشر ہو گئے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ ’’یہ موقع تو جاتا رہا۔ اب پھر دعوت کا انتظام کرو۔‘‘ چنانچہ آپؐ کے رشتہ دار پھر جمع ہوئے۔ اور آپؐ نے انہیں یوں مخاطب کیا کہ ’’اے بنو عبدالمطلب! دیکھو میں تمہاری طرف وہ بات لے کر آیا ہوں کہ اس سے بڑھ کر اچھی بات کوئی شخص اپنے قبیلہ کی طرف نہیں لایا۔ میں تمہیں خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ اگر تم میری بات مانو تو تم دین و دنیا کی بہترین نعمتوں کے وارث بنو گے۔ اب بتاؤ اس کام میں میرا کون مددگار ہوگا؟‘‘ سب خاموش تھے اور ہر طرف مجلس میں ایک سناٹا تھا کہ یکلخت ایک طرف سے ایک تیرہ سال کا دبلا پتلا بچہ جس کی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا اٹھا اور یوں گویا ہوا۔ ’’گو میں سب میں کمزور ہوں اور سب میں چھوٹا ہوں مگر میں آپؐ کا ساتھ دوں گا۔‘‘ یہ حضرت علیؓ کی آواز تھی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کے یہ الفاظ سنے تو اپنے رشتہ داروں کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ ’’اگر تم جانو تو اس بچے کی بات سنو اور اسے مانو۔‘‘ حاضرین نے یہ نظارہ دیکھا تو بجائے عبرت حاصل کرنے کے سب کھل کھلا کر ہنس پڑے اور ابولہب اپنے بڑے بھائی ابوطالب سے کہنے لگا۔ ’’لو اب محمد تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی پیروی اختیار کرو۔‘‘ اور پھر یہ لوگ اسلام اور آنحضرت ﷺ کی کمزوری پر ہنسی اڑاتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ (سیرت خاتم النبیین، از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ، صفحہ 128 تا 129)

دعوت الی اللہ اور قریش مکہ کا رویہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’جب یہ آیتیں اتریں کہ مشرکین رجس ہیں پلید ہیں شر البریہ ہیں سفہاء ہیں اور ذریت شیطان ہیں اور ان کے معبود وقود النار اور حصب جہنم ہیں تو ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر کہا کہ اے میرے بھتیجے اب تیری دشنام دہی سے قوم سخت مشتعل ہو گئی ہے اور قریب ہے کہ تجھ کو ہلاک کریں اور ساتھ ہی مجھ کو بھی۔ تُو نے ان کے عقلمندوں کو سفیہ قرار دیا اور ان کے بزرگوں کو شر البریہ کہا اور ان کے قابل تعظیم معبودوں کا نام ہیزم جہنم اور وقود النار رکھا اور عام طور پر ان سب کو رجس اور ذریت شیطان اور پلید ٹھہرایا میں تجھے خیر خواہی کی راہ سے کہتا ہوں کہ اپنی زبان کو تھام اور دشنام دہی سے باز آجا ورنہ میں قوم کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں کہا کہ اے چچا یہ دشنام دہی نہیں ہے

بلکہ اظہار واقعہ اور نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے اور یہی تو کام ہے جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں اگر اس سے مجھے مرنا درپیش ہے تو میں بخوشی اپنے لئے اس موت کو قبول کرتا ہوں میری زندگی اسی راہ میں وقف ہے۔ میں موت کے ڈر سے اظہار حق سے رک نہیں سکتا۔ اور اے چچا اگر تجھے اپنی کمزوری اور اپنی تکلیف کا خیال ہے تو تو مجھے پناہ میں رکھنے سے دست بردار ہو جا بخدا مجھے تیری کچھ بھی حاجت نہیں میں احکام الٰہی کے پہنچانے سے کبھی نہیں رکوں گا۔ مجھے اپنے مولیٰ کے احکام جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ بخدا اگر میں اس راہ میں مارا جاؤں تو چاہتا ہوں کہ پھر بار بار زندہ ہو کر ہمیشہ اسی راہ میں مرتا رہوں۔ یہ خوف کی جگہ نہیں بلکہ مجھے اس میں بے انتہا لذت ہے کہ اس کی راہ میں دکھ اٹھاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریر کر رہے تھے اور چہرہ پر سچائی اور نورانیت سے بھری ہوئی رقت نمایاں ہو رہی تھی۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریر ختم کر چکے تو حق کی روشنی دیکھ کر بے اختیار ابوطالب کے آنسو جاری ہو گئے اور کہا کہ میں تیری اس اعلیٰ حالت سے بے خبر تھا تو اور ہی رنگ میں اور، اور ہی شان میں ہے۔ جا اپنے کام میں لگا رہ۔ جب تک میں زندہ ہوں، جہاں تک میری طاقت ہے میں تیرا ساتھ دوں گا۔ (سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ: یہ سب مضمون ابوطالب کے قصہ کا اگرچہ کتابوں میں درج ہے مگر یہ تمام عبارت الہامی ہے جو خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے دل پر نازل کی صرف کوئی فقرہ تشریح کے لئے اس عاجز کی طرف سے ہے) (ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 110 تا 111)

طائف والوں کو دعوت الی اللہ اور ان کا رویہ

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شعبِ ابی طالب کی محصوری کے ایام جب ختم ہو گئے تو پھر آپ نے تبلیغ شروع کی۔ آپؓ فرماتے ہیں: جب محاصرہ اُٹھ گیا اور آنحضرت ﷺ کو اپنی حرکات و سکنات میں ایک گونہ آزادی نصیب ہوئی تو آپؐ نے ارادہ فرمایا کہ طائف میں جا کر وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ طائف ایک مشہور مقام ہے جو مکہ سے جنوب مشرق کی طرف چالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے اور اس زمانہ میں قبیلہ بنوثقیف سے آباد تھا۔ کعبہ کی خصوصیت کو الگ رکھ کر طائف گویا مکہ کا ہم پلہ تھا اور اس میں بڑے بڑے صاحب اثر اور دولتمند لوگ آباد تھے۔ اور طائف کی اس اہمیت کا خود مکہ والوں کو بھی اقرار تھا چنانچہ یہ مکہ والوں کا ہی قول ہے کہ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ''یعنی اگر یہ قرآن خدا کی طرف سے ہے تو مکہ یا طائف کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا۔'' (قَرْيَتَيْن سے مراد ان کی مکہ اور طائف کی بستی تھی۔ ناقل)

غرض شوال 10 نبوی میں آنحضرت ﷺ طائف اکیلے تشریف لے گئے۔ یا بعض روایتوں کی رو سے زید بن حارثہ بھی ساتھ تھے۔ وہاں پہنچ کر آپؐ نے دس دن قیام کیا اور شہر کے بہت سے روساء سے یکے بعد دیگرے ملاقات کی مگر اس شہر کی قسمت میں بھی مکہ کی طرح اس وقت اسلام لانا مقدر نہ تھا۔ چنانچہ سب نے انکار کیا بلکہ ہنسی اڑائی۔ آخر آپؐ نے طائف کے رئیس اعظم عَبْدِ یَالِیْل کے پاس جا کر اسلام کی دعوت دی مگر اس نے بھی صاف انکار کیا بلکہ تمسخر کے رنگ میں کہا کہ اگر آپ سچے ہیں تو مجھے آپ کے ساتھ گفتگو کی مجال نہیں اور اگر جھوٹے ہیں تو گفتگو لاحاصل ہے۔ اور پھر اس خیال سے کہ کہیں آپ کی باتوں کا شہر کے نوجوانوں پر اثر نہ ہو جائے، آپؐ سے کہنے لگا بہتر ہوگا کہ آپؐ یہاں سے چلے جائیں کیونکہ یہاں کوئی شخص آپؐ کی بات سننے کیلئے تیار نہیں ہے اسکے بعد اس بدبخت نے شہر کے آوارہ آدمی آپ کے پیچھے لگا دیئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہر سے نکلے تو یہ لوگ شور کرتے ہوئے آپؐ کے پیچھے ہو لئے اور آپؐ پر پتھر برسانے شروع کئے جس سے آپؐ کا سارا بدن خون سے تربتر ہو گیا۔ برابر تین میل تک یہ لوگ آپؐ کے ساتھ ساتھ گالیاں دیتے اور پتھر برساتے چلے آئے۔

طائف سے تین میل کے فاصلہ پر مکہ کے رئیس عتبہ بن ربیعہ کا ایک باغ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس میں آ کر پناہ لی اور ظالم لوگ تھک کر واپس لوٹ گئے۔ یہاں ایک سایہ میں کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حضور یوں دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِيْ وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَ هَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ اَللّٰهُمَّ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَ اَنْتَ رَبِّيْ۔ یعنی ''اے میرے رب میں اپنے ضعف قوت اور قلت تدبیر اور لوگوں کے مقابلہ میں اپنی بے بسی کی شکایت تیرے ہی پاس کرتا ہوں۔ اے میرے خدا تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے اور کمزوروں اور بیکسوں کا تو ہی نگہبان و محافظ ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے...... میں تیرے ہی منہ کی روشنی میں پناہ کا خواستگار ہوتا ہوں کیونکہ تو ہی ہے جو ظلمتوں کو دُور کرتا اور انسان کو دنیا و آخرت کے حسنات کا وارث بناتا ہے۔

عتبہ و شیبہ اس وقت اپنے اس باغ میں موجود تھے۔ جب انہوں نے آپؐ کو اس حالت میں دیکھا تو دور و نزدیک کی رشتہ داری یا قومی احساس یا نہ معلوم کس خیال سے اپنے عیسائی غلام عدّاس نامی کے ہاتھ ایک کشتی میں کچھ انگور لگا کر آپؐ کے پاس بھجوائے۔ آپؐ نے لے لئے اور عداس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ اور کس مذہب کے پابند؟ اس نے کہا۔ ''میں نینوا کا ہوں اور مذہباً عیسائی ہوں'' آپؐ نے فرمایا: ''کیا وہی نینوا جو خدا کے صالح بندے یونس بن مَتّٰی کا مسکن تھا۔'' عداس نے کہا: ''ہاں۔ مگر آپؐ کو یونس کا حال کیسے معلوم ہوا؟ آپؐ نے فرمایا۔ وہ میرا بھائی تھا۔ کیونکہ وہ بھی اللہ کا نبی تھا اور میں بھی اللہ کا نبی ہوں۔ پھر آپؐ نے اسے اسلام کی تبلیغ فرمائی جس کا اس پر بہت اثر ہوا اور اس نے آگے بڑھ کر جوش اخلاص میں آپؐ کے ہاتھ چوم لیے۔ اس نظارہ کو دور سے کھڑے کھڑے عتبہ اور شیبہ نے بھی دیکھ لیا۔ چنانچہ جب عداس ان کے پاس واپس گیا۔ تو انہوں نے کہا عداس! یہ تجھے کیا ہوا تھا کہ اس شخص کے ہاتھ چومنے لگا۔ یہ شخص تو تیرے دین کو خراب کر دے گا۔ حالانکہ تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے.........

حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا آپ کو کبھی جنگ احد والے دن سے بھی زیادہ تکلیف پہنچی ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔'' عائشہ تیری قوم کی طرف سے مجھے بڑی بڑی سخت گھڑیاں دیکھنی پڑی ہیں۔'' اور پھر آپؐ نے سفر طائف کے حالات سنائے اور فرمایا کہ اس سفر سے واپسی پر میرے پاس پہاڑوں کا فرشتہ آیا اور کہنے لگا کہ مجھے خدا نے آپؐ کے پاس بھیجا ہے تا اگر ارشاد ہو تو میں یہ پہلو کے دونوں پہاڑ ان لوگوں پر پیوست کر کے ان کا خاتمہ کر دوں۔'' آپؐ نے فرمایا۔ ''نہیں نہیں۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہی لوگوں میں سے وہ لوگ پیدا کر دے گا جو خدائے واحد کی پرستش کریں گے۔''

(سیرت خاتم النبیین، از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اےؓ صفحہ 181 تا 184)

مختلف میلوں میں جا کر تبلیغ اسلام

حج کے ایام میں ہر دور دراز کے علاقہ سے مکہ میں لوگ جمع ہوتے تھے اور اشہر حرم میں عُکَاظ، مجنہ اور ذُوالْمَجَاز میں بڑی تعداد میں لوگوں کا اجتماع ہوتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتداء سے ہی یہ طریق تھا کہ ان موقعوں سے فائدہ اٹھاتے تھے اور مختلف قبائل عرب کی فرودگاہوں پر جا جا کر انہیں اسلام کی دعوت دیا کرتے تھے مگر طبعاً اب تک آپ کی زیادہ توجہ قریش مکہ کی طرف تھی۔ لیکن جن ایام میں قریش مکہ نے مسلمانوں کو شعب ابی طالب میں محصور کر کے ان کے ساتھ تعلقات قطع کر دیئے اور ان کے ساتھ میل ملاپ بند ہو گیا تو ان دنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر قبائل عرب کی طرف زیادہ توجہ شروع کی۔ چنانچہ محصور ہونے کے زمانہ میں آپ اشہر حرم میں جبکہ سب طرف امن ہوتا تھا، حج میں آنے والے قبائل کا خاص طور پر دورہ کیا کرتے تھے اور عکاظ وغیرہ کے اجتماعات میں بھی باقاعدہ جاتے اور اسلام کی تبلیغ فرماتے تھے۔ لیکن قریش مکہ نے اس تبلیغ میں بھی روک تھام شروع کر دی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ قبائل کا مسلمان ہو جانا ان کے لئے قریباً ویسا ہی خطرناک ہے جیسا کہ خود مکہ والوں کا اسلام لے آنا۔ چنانچہ یہ قریش ہی کی مخالفت کا نتیجہ تھا کہ باوجود اس کے کہ آپ نے کئی دفعہ قبائل کا دورہ کیا اور ہر کیمپ میں جا جا کر اسلام کی دعوت دی لیکن کہیں بھی کامیابی کی امید نہ بندھی۔

(سیرت خاتم النبیین، از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے رضی اللہ عنہ، صفحہ 181)

ثمامہ بن اُثال کو تبلیغ اور اس کا قبول اسلام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کے علاقہ کی طرف ایک گھڑ سوار دستہ بھیجا جو بنو حنیفہ کے ایک شخص جس کا نام ثُمامہ بن اُثال تھا اور وہ اہل یمامہ کا سردار تھا کو گرفتار کر لائے۔ صحابہ نے مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ اسے باندھ دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گئے اور کہا۔ اے ثُمامہ! تمہارا کیا خیال ہے۔ اس نے کہا۔ اے محمد! میرا خیال اچھا ہے۔ اگر تم مجھے قتل کرو گے تو ایک خونی مجرم کو قتل کرو گے اور اگر احسان کرو گے تو ایک شکر گزار پر احسان کرو گے۔ اور اگر تم مال چاہتے ہو تو مانگو جو مانگو گے دیا جائے گا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پوچھا کہ اے ثمامہ! تمہارا کیا خیال ہے۔ تو اس نے کہا۔ میرا وہی خیال ہے جو میں کہہ چکا ہوں۔ اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو ایک شکر گزار پر احسان کریں گے اور اگر مجھے قتل کریں گے تو ایک خونی مجرم کو قتل کریں گے اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو آپ مانگیں۔ جو مانگیں گے وہ آپ کو دیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ کا جواب سننے پر فرمایا۔ ثمامہ کو کھول دو۔ جب اسے کھول دیا گیا تو وہ مسجد کے قریب ہی ایک نخلستان میں گیا۔ غسل کیا اور پھر مسجد میں آ گیا اور کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اے محمد! اللہ کی قسم آپ کے چہرے سے زیادہ اہل زمین کا کوئی چہرہ مجھے غصہ نہیں دلاتا تھا اور اب یہ حال ہے کہ آپ کا چہرہ مجھے دنیا کے سب چہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔ اللہ کی قسم میں آپ کے دین سے زیادہ کسی اور دین سے بغض نہ رکھتا تھا اور اب آپ کا دین مجھے سب دینوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے آپ کے شہر سے زیادہ کسی شہر سے بغض نہ تھا اور اب میرا یہ حال ہے کہ مجھے آپ کا شہر سب شہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔

(بخاری، کتاب الجہاد، باب ربط الاسیر وحبسہ وجواز المن الیہ)

یہودی بچے کی عیادت اور تبلیغ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ اسکے سرہانے بیٹھے اور اسے کہا اسلام قبول کر لو۔ اس لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس تھا۔ اسکے باپ نے اسے کہا۔ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ چنانچہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر سے یہ کہتے ہوئے نکلے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْقَذَهٗ مِنَ النَّارِ یعنی سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اس لڑکے کو آگ سے نجات دی۔

(بخاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات)

فریضہ تبلیغ میں حُسنِ تدبیر

آنحضرت ﷺ کی اس تدبیر سے جو آپؐ نے صحابہ کے مشورہ سے انگوٹھی تیار کرانے میں اختیار کی اس بات پر اصولی روشنی پڑتی ہے کہ آپؐ کس طرح تبلیغ کے کام میں ان تمام رستوں کو اختیار فرماتے تھے جو مخاطب کو اپنی طرف مائل کرنے اور اس کے دل پر اچھا اثر پیدا کرنے کے لئے ضروری تھے۔ ظاہر ہے کہ جہاں تک خالص تبلیغ کا تعلق ہے کسی مہر کا ہونا یا نہ ہونا ایک بالکل زائد چیز ہے۔ اور کلمہ حق مہر کے بغیر بھی اتنا ہی وزن رکھتا ہے جتنا کہ مہر کے ساتھ، لیکن چونکہ آپ کو بتایا گیا تھا کہ اس زمانہ کے بادشاہ مہر کے بغیر کسی خط کی طرف توجہ نہیں دیتے اور آپ کسی ایسے پہلو کو نظرانداز نہیں کرنا چاہتے تھے جس کی وجہ سے مخاطب کے دل میں کسی جہت سے بے توجہگی کی صورت پیدا ہو اس لئے آپ نے اس معمولی سی زائد تجویز کو بھی بڑے اہتمام کے ساتھ اختیار کیا تا کہ آپ کی تبلیغ میں کوئی ایسا رخنہ نہ رہ جائے جو تبلیغ کے اثر کو کسی جہت سے کمزور کرنے والا ہو اور یہی اس قرآنی آیت کی عملی تفسیر ہے کہ: جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ۔ یعنی ''اے رسول دین حق کی تبلیغ کے معاملہ میں ہمیشہ اس رستہ کو اختیار کرو جو مخاطب کے دل و دماغ پر اثر پیدا کرنے کے لحاظ سے بہترین ہو۔''

(سیرت خاتم النبیین، مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اےؓ، صفحہ 798)

خطوط کے ذریعہ تبلیغی مہم

''جو تبلیغی خطوط اس موقع پر روانہ کئے گئے وہ عرب کے چاروں اطراف کے حکمرانوں کے نام تھے۔ یعنی شمال میں روما کی مشہور سلطنت کے شہنشاہ قیصر کے نام اور شمال مشرق میں فارس کی مشہور سلطنت کے شہنشاہ کسریٰ کے نام اور عرب کے شمال مغرب میں مصر کے بادشاہ مقوقس کے نام اور مشرق میں یمامہ کے رئیس ہوذہ بن علی کے نام۔ اور مغرب میں حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام جو عرب کے مقابل پر براعظم افریقہ میں ایک عیسائی حکومت تھی اور شمال میں عرب کی حدود کے ساتھ متصل ریاست غسان کے حاکم کے نام جو قیصر کے ماتحت تھا۔ اسی طرح آپ نے ایک خط عرب کے جنوب میں یمن کے رئیس کی طرف بھجوایا تھا اور ایک خط عرب کے مشرق میں بحرین کے والی کی طرف بھی لکھا تھا وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح گویا آنحضرت ﷺ نے عرب کے چاروں اطراف میں اسلام کا پیغام پہنچا کر فریضہ تبلیغ ادا کیا، لیکن یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ سارے خطوط صلح حدیبیہ کے معاً بعد ایک ہی وقت میں روانہ کئے گئے تھے کیونکہ ممکن ہے کہ بعض تو ایک ہی وقت میں روانہ کئے گئے ہوں اور بعض ایک دوسرے سے کچھ وقفہ پر بھجوائے گئے ہوں مگر بہرحال یہ بات یقینی ہے کہ ان کا سلسلہ صلح حدیبیہ کے بعد شروع ہوا۔ اور غالباً سب سے پہلا خط قیصر روما یعنی ہرقل کے نام لکھا گیا تھا۔''

(سیرت خاتم النبیین، مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اےؓ صفحہ 798)

قبائل عرب کو دعوت اسلام

''ایام حج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبائل عرب کے پاس جاتے ان کو اللہ کی دعوت دیتے اور کہتے کہ میں نبی مرسل ہوں تم میری تصدیق کرو اور مدد کرو اور پھر تم کو خود معلوم ہو جائے گا کہ اللہ نے مجھے کیوں مبعوث فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں عبیداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ میں نے رَبِیْعَہ بِن عِباد کو اپنے والد سے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا۔ ربیعہ نے کہا میں نوجوان تھا اپنے باپ کے ہمراہ منیٰ میں موجود تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبائل عرب کی فرودگاہوں میں آ کر کھڑے ہوتے اور کہتے اے بنی فلاں میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف آیا ہوں تم کو حکم دیتا ہوں کہ تم صرف اللہ کی پرستش کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اس کے علاوہ جن دیوتاؤں کی تم پرستش کرتے ہو ان سے بالکل قطع تعلق کر لو۔ مجھ پر ایمان لاؤ، میری تصدیق کرو میری حمایت کرو پھر میں اللہ کے اس پیام کو جو اس نے مجھے دے کر مبعوث کیا ہے تم کو بتاؤں گا، آپ کے پیچھے ایک اور شخص جس نے ایک عدنی حُلّہ پہن رکھا تھا جب رسول اللہؐ اپنی تقریر اور دعوت ختم کرتے تو فوراً یہ شخص آپ کی مخالفت میں کہتا اے بنی فلاں یہ شخص تم کو اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ تم لات اور عُزّیٰ کو چھوڑ دو اور بنی مالک بن اقیش سے جو تمہارے حلیف ہیں قطع تعلق کر کے اس کی دعوت کو جو سراسر بدعت اور ضلالت ہے قبول کرو۔ تم ہرگز اس کی بات نہ مانو اور نہ اسے سنو، میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ کون ہے جو اس شخص کے ساتھ ساتھ اس کی تردید کرتا پھر رہا ہے انہوں نے کہا یہ اسی کا چچا عبدالعُزّٰی ابولہب بن عبد المُطّلِب ہے۔'' (تاریخ طبری، جلد دوم حصہ اوّل، مترجم، صفحہ 88، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ اسلام کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: دیکھو کہ اس مرد کی کیسی بلند شان ہے جس نے تھوڑے سے عرصہ میں ہزاروں انسانوں کی اصلاح کی اور فساد سے صلاحیت کی طرف ان کو منتقل کیا۔ یہاں تک کہ ان کا کفر پاش پاش ہو گیا اور صدق اور راستی کے تمام اجزاء بہ ہیئت اجتماعی ان کے وجود میں جمع ہو گئے اور ان کے دلوں میں پرہیزگاری کے نور چمک اٹھے اور ان کی پیشانی کے نقشوں میں محبت مولیٰ کے بھید ایک چمکیلی صورت میں نمودار ہو گئے اور ان کی ہمتیں دینی خدمات کے لئے بلند ہو گئیں اور وہ دعوت اسلام کے لئے ممالک شرقیہ و غربیہ تک پہنچے اور ملت محمدیہ کی اشاعت کے لئے بلاد جنوبیہ اور شمالیہ کی طرف انہوں نے سفر کیا...... اور انہوں نے اپنی کوششوں اور تگ و دو میں کوئی دقیقہ اسلام کے لئے اٹھا نہ رکھا۔ یہاں تک کہ دین کو فارس اور چین اور روم اور شام تک پہنچا دیا۔ اور جہاں جہاں کفر نے اپنا بازو پھیلا رکھا تھا اور شرک نے اپنی تلوار کھینچ رکھی تھی وہیں پہنچے۔ انہوں نے موت کے سامنے سے منہ نہ پھیرا اور ایک بالشت بھی پیچھے نہ ہٹے اگرچہ کاردوں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے۔

(نجم الہدیٰ، روحانی خزائن، جلد 14، صفحہ 41)

دعوۃ الی اللہ کے کچھ سنہری اصول

(1) دعوۃ الی اللہ و تبلیغ میں حفظ مراتب کا خیال رکھنا چاہئے:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: اصل میں مومن کو بھی تبلیغ دین میں حفظ مراتب کا خیال رکھنا چاہئے۔ جہاں نرمی کا موقع ہو وہاں سختی اور درشتی نہ کرے اور جہاں بجز سختی کرنے کے کام ہوتا نظر نہ آوے وہاں نرمی کرنا بھی گناہ ہے۔گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی (اگر تُو مقام و مرتبہ کا لحاظ نہ رکھے گا تو تُو کفر و الحاد کا مرتکب ٹھہرے گا۔ ناقل)

دیکھو فرعون بظاہر کیسا سخت کافر انسان تھا مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰؑ کو یہی ہدایت ہوئی کہ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا (طٰہٰ:45) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بھی قرآن شریف میں اسی قسم کا حکم ہے وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا (الانفال:62) مومنوں اور مسلمانوں کے واسطے نرمی اور شفقت کا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی ایسی ہی حالت بیان کی گئی جہاں فرمایا ہے کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ۔ (الفتح:30) چنانچہ ایک دوسرے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (التوبہ:73) غرض ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خود خدا تعالیٰ نے بھی حفظ مراتب کا لحاظ رکھا ہے۔ مومنین اور ایمانداروں کے واسطے کیسی نرمی کا حکم ہے۔ (ملفوظات، جلد 5، صفحہ 526، ایڈیشن 2003 قادیان)

(2) آنحضورؐ کی بے پناہ استقامت:

آنحضرت ﷺ نے دعوت الی اللہ میں بے پناہ استقامت کا اعلیٰ نمونہ دکھایا جو تمام انبیاء سے شان میں بڑھ کر تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف دیکھو۔ آپ کو مکی زندگی میں کس قدر دکھ اٹھانے پڑے۔ طائف میں جب آپ گئے تو اس قدر آپ کے پتھر مارے کہ خون جاری ہو گیا۔ تب آپ نے فرمایا کہ کیسا وقت ہے۔ میں کلام کرتا ہوں اور لوگ منہ پھیر لیتے ہیں اور پھر کہا کہ اے میرے رب میں اس دکھ پر صبر کروں گا جب تک کہ تو راضی ہو جاوے۔''

(الحکم، 10 اکتوبر 1902ء، صفحہ 14)

(3) آنحضرت ﷺ کی تبلیغ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

''پس یاد رکھو کہ ہر ایک نبی کو جب تک وحی نہ ہو وہ کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ ہر ایک چیز کی اصل حقیقت تو وحی الٰہی سے ہی کھلتی ہے۔ یہی وجہ تھی جو آنحضرت ﷺ کو ارشاد ہوا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ یعنی تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا چیز ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی وحی آپ پر ہوئی تو پھر وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (یونس:105) آپ کو کہنا پڑا۔ اسی طرح آپ کے زمانہ وحی سے پیشتر مکہ میں بت پرستی اور شرک، فسق و فجور ہوتا تھا لیکن کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ وحی الٰہی کے آنے سے پہلے بھی آپ نے بتوں کے خلاف وعظ کیا اور تبلیغ کی تھی لیکن جب فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (الحجر:95) کا حکم ہوا تو پھر ایک سیکنڈ کی بھی دیر نہیں کی اور ہزاروں مشکلات اور مصائب کی بھی پروا نہیں کی۔ بات یہی ہے کہ جب کسی امر کے متعلق وحی الٰہی آ جاتی ہے تو پھر ماموراس کے پہنچانے میں کسی کی پروا نہیں کرتے اور اس کا چھپانا اسی طرح شرک سمجھتے ہیں جس طرح وحی الٰہی سے اطلاع پانے کے بغیر کسی امر کی اشاعت شرک سمجھتے ہیں اگر وہ اس بات کو جس کی اطلاع وحی الٰہی کے ذریعہ سے نہیں ملی بیان کرتا ہے تو گویا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اسے وہ سوجھتا ہے جو خدا تعالیٰ کو بھی نہیں سوجھتا اور اس گستاخی سے وہ مشرک ہو جاتا ہے اگر آنحضرت ﷺ وہ تمام باتیں جو قرآن شریف میں درج ہیں قرآن شریف کے نزول سے پہلے ہی بیان کر دیتے تو پھر قرآن شریف کی کیا ضرورت رہ جاتی۔ غرض جو کچھ ہم پر خدا تعالیٰ نے کھولا اور جب کھولا ہم نے بیان کر دیا۔''

(ملفوظات، جلد 3، صفحہ 392، ایڈیشن 2003 قادیان)

☆......☆......☆......

نعت خیر الرسل صلی اللہ علیہ وسلم

(مکرم مولانا ظفر محمد ظفر صاحب مرحوم، ربوہ)

احسان ہے عظیم خدائے رحیم کا
خادم بنا دیا جو رسول کریمؐ کا

یہ خوئے التفات یہ الطاف یہ کرم
کیونکر ادا ہو شکر رؤف و رحیم کا

لاکھوں درود آپ پہ اے امن کے رسولؐ
پھر وقت ہے حضورؐ کی فتح عظیم کا

تند آندھیوں کا زور چمن سے گزر گیا
اب گلستاں میں دَور ہے بادِ نسیم کا

انسان کو ہے آج حقائق کی جستجو
بالا ہے آج بول کتابِ حکیم کا

آزادیٔ ضمیر کی دولت ہے، اب نصیب
اب وقت ہے اشاعتِ دینِ قویم کا

دشمن بھی اب تو آپؐ کو پہچاننے لگا
چرچا ہے اب حضورؐ کے خُلقِ عظیم کا

یا فاتح القلوب مبارک ہو آپؐ کو
قبلہ ہیں اب حضورؐ ہی قلبِ سلیم کا

ختم الرسُل کی شان سے جو بھی ہے بے خبر
انکار کر رہا ہے وہ فضلِ عظیم کا

پیغام آنحضورؐ کا قرآن ہی تو ہے
ناسخ ہے بالیقین جو صحفِ قدیم کا

اب کوئی بھی نہ آئے گا لے کر نئی کتاب
فتویٰ ہے ابتداء سے یہی ہر فہیم کا

وہ آمدِ مسیح کا وعدہ کدھر گیا؟
کیا ہے جواب آپ کی عقلِ سلیم کا

ختم الرسُلؐ کی شان کی عظمت اسی میں ہے
امّت سے ہو ظہور مسیح و کلیم کا

دیں سابقہ اُمم کو خدا نے جو نعمتیں
وارث بنا دیا ہے ہمیں اُن نعیم کا

مذہب نہیں سکھاتا ہے رکھنا کسی سے بیر
یہ تو پیام دیتا ہے لطفِ عمیم کا

اب مذہبی جدال کا انداز اَور ہے
اب ساحری ہے اور عصا ہے کلیم کا

دجّال کے زوال میں اب کوئی شک نہیں
تھوڑا سا وقت باقی ہے اب اس لئیم کا

خُوبی ہے تجھ میں کون سی یہ تو بتا ظفر
مشتاق کس بناء پہ ہے دُرِّ یتیم کا

(روزنامہ الفضل 4 اپریل 1979ء صفحہ 2)

شہنشاہ امن۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نصیر احمد عارف، مربی سلسلہ (دفتر رشتہ ناتا قادیان)

اللہ تعالیٰ کے بہت سارے صفاتی نام ہیں۔ اُن میں ایک اَلسَّلام بھی ہے اور المؤمن بھی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (سورۃ الحشر:24)

ترجمہ: وہی اللہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے، پاک ہے، سلام ہے، امن دینے والا ہے، نگہبان ہے، کامل غلبہ والا ہے، ٹوٹے کام بنانے والا ہے (اور) کبریائی والا ہے۔ پاک ہے اللہ اُس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

اسی طرح ایک آیت میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتا ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورۃ الانبیاء:108) ترجمہ: اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کیلئے رحمت کے طور پر۔

مندرجہ بالا قرآنی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات اور اسمائے حسنہ کے ساتھ السلام اور المومن کا ذکر فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ سلامتی دینے والا اور امن دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان ہر دو صفات کا اعلیٰ وارفع ظہور شہنشاہ امن، عبد کامل، سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ذریعہ ظہور پذیر ہوا۔ آنحضرت ﷺ ہی حقیقی عبدالسلام اور عبدالمومن تھے جن کے ذریعہ ساری دنیا میں امن اور سلامتی کا فیض جاری ہوا۔ آپ نے نہ صرف دنیا کو امن کا پیغام دیا بلکہ دنیا کو ایسے بہترین اصول سکھائے جن کے ذریعہ دنیا میں دائمی اور حقیقی امن قائم ہوسکتا ہے۔

اسی طرح دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا یعنی خدا تعالیٰ کی صفت رحمت کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مظہر کامل تھے، اسی وجہ سے آپ ﷺ نے سارے عالم کو امن وسلامتی کا پیغام دیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’درحقیقت امن اس وقت حاصل ہو سکتا ہے جب دنیا پر ایک ایسی بالا ہستی ہو جو امن کی متمنی ہو اور جو دوسروں کو امن دینا چاہتی ہو اور ایسے قوانین نافذ کرنا چاہتی ہو جو امن دینے والے ہوں اور وہی شخص حقیقی امن دینے والا قرار پاسکتا ہے جو اس ہستی کی طرف لوگوں کو بلائے۔ یہ امن دینے والی ہستی کی طرف توجہ دلانے والی محمد ﷺ کی ذات ہے۔ رسول کریم ﷺ ہی وہ انسان ہیں جن کے ذریعہ دنیا کو یہ معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام امن دینے والا بھی ہے، چنانچہ سورہ حشر میں اللہ تعالیٰ کے جو نام گنائے گئے ہیں ان میں سے ایک نام یہ بھی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ اے محمد ﷺ تو لوگوں کو توجہ دلا اس خدا کی طرف جو بادشاہ ہے، پاک ہے اور اَلسَّلَام یعنی دنیا کو امن دینے والا اور تمام سلامتیوں کا سرچشمہ ہے۔‘‘ (آنحضرتؐ اور امن عالم، انوار العلوم، جلد15، صفحہ 194)

ہمارے پیارے آقا فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی حقیقی طور پر امن وسلامتی کے پیغمبر اور شہنشاہ تھے۔ چنانچہ یہ خطاب آپ کو صدیوں قبل یسعیاہ نبی نے بھی دیا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے:

’’ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا اور سلطنت اس کے کاندھے پر ہوگی اور وہ اس نام سے کہلاتا ہے: عجیب، مشیر، خدائے قادر، ابدیت کا باپ، سلامتی کا شہزادہ۔ اس کی سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی کچھ انتہا نہ ہوگی۔ وہ داؤد کے تخت پر اور اس کی مملکت پر آج سے لے کے ابد تک بندوبست کرے گا اور عدالت اور صداقت سے اُسے قیام بخشے گا۔ ربُّ الافواج کی غیوری یہ کرے گی۔‘‘

(یسعیاہ، باب 9 آیت 6 تا 7)

یسعیا نبی کی یہ پیشگوئی آپ کی ذات بابرکات میں ہو بہو پوری ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سلطنت کا اقبال عطا کیا آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بے انتہا عظمت عطا کی۔ دنیا کی تمام اقوام کو آپ نے امن کا ایسا حسین پیغام دیا جس کی وجہ سے ان میں اطاعت ووفا کے ایسے شاندار نمونے پیدا ہوئے کہ ان میں سے اکثر آپ کے سامنے سر تسلیم خم کر گئیں۔ آپ نے اپنے صحابہؓ کو جو بنیادی تعلیم دی وہ امن وسلامتی ہی کی تھی۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔

(مسند احمد بن حنبل، جلد2، صفحہ 224)

یعنی ایک حقیقی مسلمان کی تعریف یہ ہے کہ اس کی زبان اور ہاتھ اور قول وفعل سے دوسرے سبھی لوگ محفوظ رہیں۔ آپ نے ایک حقیقی مسلمان کی کیا خوبصورت تعریف فرمادی کہ اگر اُس سے دوسرے لوگ محفوظ ہیں تو تبھی وہ مسلمان کہلانے کا حقدار ہے۔

آنحضرتؐ نے دنیا کو مذہبی آزادی کی تعلیم دے کر امن وسلامتی کی مضبوط بنیاد رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو فرمایا لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ:257) یعنی دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں۔ آپ نے خدائی تعلیم کے نتیجہ میں تمام قوموں کے لوگوں کو اپنی قوت قدسیہ اور پیار ومحبت کے ساتھ پُر امن طریق پر اپنی طرف کھینچ لیا۔ مذہبی رہنماؤں اور مقدس ہستیوں کی عزت واحترام کے بغیر معاشرے میں امن قائم نہیں ہوسکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مذاہب کے بانیان کے احترام کی تعلیم دی۔ جب نصاریٰ کا وفد نجران سے مدینہ حاضر ہوا تو آپ نے ان کی مہمانداری کی۔ مسجد نبوی میں ان کو جگہ دی بلکہ ان کو اپنے طریق پر مسجد میں نماز پڑھنے کی بھی اجازت دے دی اور جب عام مسلمانوں نے ان کو اس کام سے روکنا چاہا تو آپ نے منع فرمایا۔

(سیرۃ النبی ﷺ، حصہ دوم، از علامہ شبلی نعمانی صفحہ 611)

ایک یہودی کے ساتھ جب ایک مسلمان کا انبیاء کی فضیلت کے حوالے سے تنازعہ ہوا اور مسلمان نے یہودی کو ضرب لگائی اور یہودی آپ کی خدمت میں شکایت لے کر حاضر ہوا تو آپ نے کمال درجہ امن واحترام کی تعلیم دی اور نہایت اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ ان الفاظ میں فرمایا: لَا تُخَيِّرُوْنِيْ مِنْ بَيْنِ الْاَنْبِيَآءِ (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الاعراف) یعنی مجھے دوسرے انبیاء پر فضیلت نہ دیا کرو۔

سرزمین عرب ہر قسم کی بے اعتدالی اور ظلم سے بھری پڑی تھی، آنحضرت ﷺ نے ظلم اور ستم سے بھرے اس جزیرے کو عدل وانصاف کا گہوارہ بنایا۔ آپ کی تمام جنگیں دفاعی تھیں۔ آپ نے تبھی تلوار اٹھائی جب آپ اور آپ کے ساتھیوں کے خلاف تلوار اٹھائی گئی۔ اس کے باوجود آپ امن وسلامتی کا ہی پیغام دیتے رہے۔ آپ نے قیام امن کیلئے میثاق مدینہ، صلح حدیبیہ کے علاوہ نجران کے وفد اور عیسائی قبیلہ بنی ثعلب کے ساتھ امن کے معاہدے کئے اور ان معاہدات کی خلاف ورزیاں ہمیشہ مخالفین کی طرف سے ہی ہوئیں لیکن آپ ہمیشہ ان معاہدات پر قائم رہے۔

نجران کے عیسائیوں کے ساتھ جب معاہدہ ہوا تو آپ نے ان کو یہ ضمانت دی کہ جزیہ کے عوض عیسائیوں کے مذہبی مقامات اور عبادت گاہوں کی حفاظت کی ذمہ داری مسلمانوں کی ہوگی اور عیسائیوں کی مذہبی آزادی کی ضمانت بھی دی گئی۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الخراج، باب فی اخذ الجزیہ)

آپ نے جب مکہ فتح کیا اس وقت آپ نے اسلامی شریعت کے مطابق قیام امن کا دلکش اور بے نظیر نمونہ پیش کیا جس کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی۔ آپ کو اس وقت ان سے انتقام کا پورا حق حاصل تھا کیونکہ اہل مکہ نے حدیبیہ کے صلح نامہ کو توڑا تھا، مگر آپ نے مکہ پر چڑھائی کی اور خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر اسے فتح کر لیا۔

مدینہ میں ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے امن قائم کرنے کیلئے بنیادی اقدامات فرمائے اور مدینہ میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی۔ آپ ﷺ نے یہود کے ساتھ مدینہ کے معاملات چلانے کیلئے امن کا معاہدہ کیا۔

اس معاہدہ کے ذریعہ مدینہ میں قیام امن کیلئے مشترکہ کوشش کو تسلیم کیا گیا۔ مذہبی آزادی تسلیم کی گئی اور حملہ آوروں کا دفاع مل کر کرنے کا معاہدہ ہوا۔ یہ قیام امن کیلئے آنحضرتؐ کی ایک شاندار مثال تھی جس کے نتیجہ میں مدینہ امن کا گہوارہ بن گیا۔

حجۃ الوداع کے تاریخی موقع پر آنحضرت ﷺ نے جو خطبہ منیٰ میں ارشاد فرمایا وہ ایک عالمگیر امن کا پیغام تھا اور آج بھی وہ دنیا کے امن کا ضامن ہے۔ آپکے اس عظیم الشان خطبہ میں سے کچھ حصہ پیش ہے۔ آپ نے فرمایا:

”اے لوگو! جو کچھ میں تمہیں کہتا ہوں اسے غور سے سنو اور خوب یاد رکھو۔ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، تم سب برابر ہو، تمام لوگ خواہ وہ کسی قوم یا قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں اور کسی بھی درجہ کے مالک ہوں سب آپس میں برابر ہیں۔“

پھر فرمایا: ”جس طرح یہ مہینہ یہ سرزمین اور یہ دن تمہارے لئے قابل احترام ہے بالکل اسی طرح خدا نے تم میں سے ہر شخص کی جان مال اور عزت کو قابل احترام قرار دیا ہے کسی آدمی کی جان یا مال لینا یا اس کی عزت پر حملہ کرنا ایسا ہی ظلم اور ایسی ہی معصیت ہے جیسا کہ اس دن یا مہینے اور اس سرزمین کی حرمت کو توڑنا، جو کچھ حکم میں آج تمہیں دیتا ہوں اسے صرف آج کے دن کیلئے ہی نہ سمجھو بلکہ وہ ہمیشہ کیلئے ہے اس کو یاد رکھو اور اس پر عمل کرتے چلے جاؤ۔ یہاں تک کہ تم اس جہان کو چھوڑ کر خالق حقیقی سے ملنے کیلئے دوسرے جہان کی طرف کوچ کرو۔“ (بحوالہ ماہنامہ الفرقان، ربوہ، جولائی 1956، صفحہ 19 تا 20)

مغربی دنیا اور مستشرقین اور عوام الناس میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ اسلام غیر مسلموں سے نامناسب اور ناواجب سلوک کی تعلیم دیتا ہے اور ان کو بنیادی حقوق سے محروم کرتا ہے۔ اسلام دشمن طاقتیں اپنے اس بے بنیاد اور غلط پروپیگنڈہ کے ذریعہ عالمی برادری کو باور کرانا چاہتی ہیں کہ عصر حاضر میں امن عالم کیلئے سب سے بڑا خطرہ اسلام اور اس کے پیرو مسلمان ہیں۔ یہ خیال سراسر غلط ہے بلکہ قرآن مجید کی تعلیم اور آنحضرتؐ کے اسوہ حسنہ کے بالکل خلاف ہے۔ مسلمانوں پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ وہ مخالفین اسلام سے حسن سلوک نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کی معرفت ان کو حکم دیتا ہے کہ ان لوگوں سے درگزر کرو ان کو سلامتی کا پیغام دو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (سورۃ الزخرف:90) یعنی ان سے درگزر سے کام لو اور سلامتی کا پیغام دو عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا۔

اسلام پر یہ اعتراض بھی سراسر غلط ہے کہ وہ غیر مسلموں سے بدسلوکی کا حکم دیتا ہے۔ اسلام کے بانی تو سراسر رحمت اور شفقت تھے۔ اسلام اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ دشمنوں کے ساتھ بھی ناانصافی اور بدسلوکی کی جائے۔ اسلام کی امن پسندی اور عفو و درگذر کا تو یہ عالم ہے کہ وہ ذاتی معاملات میں انسانی نفسیات کا لحاظ کر کے اگرچہ مظلوم کو اس کا حق دیتا ہے کہ وہ چاہے تو برابر کا بدلہ لے لیکن اس کے ساتھ عفو اور درگذر کرنے کو بہتر قرار دیتا ہے کہ جو شخص معاف کردے اور صلح وصفائی کرے تو اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ پس اسلام امن اور آشتی کا مذہب ہے اور ظلم اور تشدد کو ایک لمحہ کیلئے بھی روا نہیں رکھتا۔ اس کے نزدیک ظلم وتشدد سے انسانی فطرت مسخ ہو جاتی ہے۔ معاشرہ تباہ ہو جاتا ہے اور دنیا میں بدامنی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسلام کے نزدیک ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اسلام سب کے ساتھ بھلائی کا حکم دیتا ہے۔ انسان تو انسان اسلام تو جانوروں کو بھی ایذا پہنچانے اور تکلیف دینے کی مخالفت کرتا ہے۔ اسلام کی تعلیم سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسلام ایک دین رحمت ہے۔ اسلام میں ظلم و جبر، دہشت گردی اور جارحیت کی کوئی گنجائش نہیں۔

قرآن کریم امن پیار محبت کی تعلیمات سے بھرا پڑا ہے۔ جس کے مظہر اتم آنحضرت ﷺ ہیں۔ تنگ نظر لوگ جو اسلام پر بے جا الزام لگاتے ہیں کہ یہ دہشت کی تعلیم دیتا ہے سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ اسلام اپنے مخالفین سے حسن سلوک اپنے پڑوسی سے حسن سلوک اور غیر مذاہب کے بانیان سے حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔ آج جو دہشت گرد تنظیمیں معصوم لوگوں کو تہ تیغ کر رہی ہیں ان کا یہ عمل سراسر غیر اسلامی ہے اور آنحضرتؐ کے اسوہ سے کوسوں دور ہے۔ تاریخ اسلام میں ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ آپؐ نے مسلمانوں یا غیر مسلموں کو دکھ دینے اور ان کو قتل کرنے کا حکم دیا ہو۔ سوائے چند اشد ترین مجرمین کے جو اپنی شرانگیزیوں کی وجہ سے اس سزا کے مستحق تھے۔ آپؐ نے ہمیشہ ہی محبت و شفقت کا سلوک کیا۔ آپؐ کی روزمرہ کی زندگی عفو اور درگذر کے بے مثال واقعات سے بھری پڑی ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر آپؐ نے حد درجہ ظالمانہ سلوک کرنے والوں سے بھی عفو اور رحمت کا سلوک فرمایا جس کی نظیر آج دنیا لانے سے عاجز ہے۔

امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے آقا و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ارفع واعلیٰ شان کے بارہ میں فرماتے ہیں:

”میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دُنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اُس کو دُنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 118)

پس اگر آج بھی دنیا آنحضرت ﷺ کی تعلیمات اور آپؐ کے بیان فرمودہ عظیم الشان اصولوں پر ایمان لائے اور ان پر سچائی سے عمل کرے تو یہ دنیا جو آج نہایت بری طرح بدامنی اور بے چینی اور بدحالی کا شکار ہو رہی ہے، محض خدا کے فضل اور رحم سے امن اور چین اور سکون کا گہوارا بن سکتی ہے۔

☆....☆....☆

محمد ﷺ پر ہماری جاں فدا ہے

کلام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا رہنما ہے

مرا دِل اُس نے روشن کر دیا ہے
اندھیرے گھر کا میرے وہ دیا ہے

خبر لے اے مسیحا دردِ دل کی
ترے بیمار کا دم گھٹ رہا ہے

مرا ہر ذرّہ ہو قربانِ احمد
مرے دل کا یہی اِک مُدعا ہے

اُسی کے عشق میں نکلے مری جاں
کہ یادِ یار میں بھی اِک مزا ہے

محمدؐ جو ہمارا پیشوا ہے
محمدؐ جو کہ محبوبِ خدا ہے

ہو اُس کے نام پر قربان سب کچھ
کہ وہ شاہنشہِ ہر دو سرا ہے

اُسی سے میرا دِل پاتا ہے تسکیں
وہی اِک راہِ دیں کا رہنما ہے

مُجھے اِس بات پر ہے فخر محمودؔ
مرا معشوق محبوبِ خدا ہے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا آنحضرت ﷺ سے بے مثال عشق و محبت

محمد ابراہیم سرور، مربی سلسلہ (اصلاح وارشاد مرکزیہ قادیان)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ

(سورۃ آل عمران:32،33)

یعنی تو کہہ کہ (اے لوگو!) اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ (اس صورت میں) وہ (بھی) تم سے محبت کرے گا اور تمہارے قصور بخش دیگا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ تو کہہ (کہ) تم اللہ اور اس رسول کی اطاعت کرو (اس پر) اگر وہ منہ پھیر لیں تو (یاد رکھو کہ) اللہ کافروں سے ہرگز محبت نہیں کرتا۔

(از تفسیر صغیر)

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے امت مسلمہ کو بالخصوص اور دیگر اقوام کو بالعموم یہ تاکید فرمائی ہے کہ اگر خدا کی حقیقی محبت کے خواستگار ہو تو اس کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ افضل الرسل خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے سچی محبت کرو اور اس محبت کا تقاضہ ہے کہ تم اسکی کامل پیروی کرو تا کہ میری رضا اور خوشنودی تم کو عطا ہو۔ زمانہ کے اعتبار سے اس حکم الٰہی کی اوّلین مخاطب آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے والی وہ صحابہ کی جماعت تھی جو آپؐ کے دین کی اشاعت کیلئے آپ کو خدا تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ ان صحابہ کرامؓ میں سے ہی کچھ خلافت راشدہ کے امین ہوئے۔ کچھ عشرہ مبشرہ کہلائے۔ تو ان میں سے کچھ ملکوں کے امیر اور بادشاہ ہوئے اور کچھ جام شہادت نوش کر کے ازلی و ابدی زندگی کے مورد ٹھہرے۔

آنحضرت ﷺ عرب کی جس بستی مکہ میں پیدا ہوئے وہاں کے لوگ سخت مزاج اور وحشی تھے۔ اور وہ کسی کی اطاعت قبول نہیں کرتے تھے۔ وہاں کی زمین سنگلاخ تھی تو لوگوں کے دل بالعموم پتھر تھے۔ دن رات شراب خوری اور زنا کاری کا بازار گرم رہتا۔ اور ایسی مخرب الاخلاق برائیوں میں سب سے زیادہ ملوث انسان ہی قوم کا رئیس کہلاتا تھا۔

چھوٹی سے چھوٹی بات کیلئے سالہا سال کی دشمنی اس قوم کا وطیرہ تھی اور کئی نسلوں تک ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کے خون کا پیاسا رہتا تھا۔ ایسے وقت میں خدا تعالیٰ نے دنیا کی ہدایت کیلئے پیکر محبت اور امن کے شہزادے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو رحمۃ للعلمین بنا کر مبعوث فرمایا جس نے اپنی خدا داد قوت قدسی کے طفیل اس وحشی اور خونخوار جنگجو قوم کے دلوں کو محبت اور دلائل کے ذریعہ ایسا گھائل اور قائل کیا کہ وہ لوگ ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن گئے۔ اور محبت و اخوت کے وہ بے نظیر نمونے دکھلائے کہ قیامت تک دنیا کی ہدایت کیلئے ستاروں کی مانند ٹھہرے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اس کا بیان کچھ یوں آیا ہے کہ:

وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا (سورۃ آل عمران:104)

یعنی یاد کرو کہ جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی جس کے نتیجہ میں تم اس کے احسان سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارہ پر تھے مگر اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔

یہ عشق و وفا کے متوالے صحابہ کرامؓ رسول کریم ﷺ کی قربت کے حصول میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور بازی مارنے کیلئے ہمیشہ کوشش کرتے رہتے۔ کہیں خدا اور اسکے رسول کی رضا کیلئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے مال و اسباب کو بے نفس ہو کر قربان کرتے نظر آتے ہیں۔ کبھی یہی صحابہ آنحضرت ﷺ کے ایک اشارہ پر مواخات کی لڑی میں پروئے جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے تمام اموال و اسباب میں مساوی حصہ دار بن جاتے ہیں، تو کبھی کوئی صحابی اپنے باغات کو خدا کے رسول کے حوالے کر دیتا ہے تو کوئی آپؐ کی ایک نصیحت پر ریوڑ کے ریوڑ اونٹ بھیڑ بکریوں کو خدا کی راہ میں قربان کر دیتا ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت رسولؐ کی داستان سے امت مسلمہ کا بچہ بچہ واقف ہے کہ غزوہ اُحد میں کس طرح دشمن کے نرغے میں گھر جانے کے بعد آنحضرت ﷺ کی ڈھال بن کر سامنے آئے۔ اور ہر اس تیر کو جو آنحضرت ﷺ کی جانب بڑھا، حضرت طلحہ نے بخوشی اپنے ہاتھوں پر لیا اور اپنے حبیب آقا کی حفاظت میں جان کی بازی لگا دی مگر آپ پر کوئی حرف تک نہ آنے دیا۔ باوجود یہ کہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ شل ہو گیا، تا دمِ آخر آپؓ اس خوش بختی پر نازاں ہوتے رہے کہ آپ کا ہاتھ پیکر محبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے کام آیا۔ سبحان اللہ!

چنانچہ طلحۃ الشلاء کے نام سے آپؓ پکارے گئے اور آنحضرتؐ نے آپ کو کمال محبت سے ''طلحۃ الخیر'' کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ آپؓ اُن وفا شعار صحابہ میں سے ایک تھے جنہوں نے جنگ احد کے دوران ''موت پر بیعت'' کی تھی۔ چنانچہ اپنے حبیب آقا کی حفاظت میں آپؓ کے جسم پر ستر (70) سے زائد زخم آئے تھے۔

(اسد الغابہ، جلد3، صفحہ 59)

قارئین کرام! آئیں، ایک اور عشق و محبت کی مجلس کی زیارت کرتے ہیں جس میں یہ شمع رسالت کے پروانے شمع رسالتؐ کے گرد جمع ہیں۔ ان میں مہاجرین بھی ہیں اور انصار بھی۔ غزوہ بدر کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ صحابہ سے استفسار فرما رہے ہیں۔ مہاجرین صحابہ آگے بڑھ بڑھ کر آپؐ کا ہر حال میں ساتھ دینے اور جان کی بازی لگانے کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ جبکہ انصار صحابہ خاموش ہیں۔ آپ کے مکرر استفسار پر کہ آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ انصار نے یہ سمجھ کر کہ شائد سوال ہم سے ہے، آگے بڑھ کر کہا کہ یا رسول اللہ! اگر آپ کا سوال ہم سے ہے تو ہم بھی ہر حال میں شانہ بشانہ ہر ہم و غم میں آپؐ کے ساتھ ہیں۔ وہ معاہدہ جو ہجرت کے وقت ہم نے کیا تھا اس وقت آپ کے مقام و مرتبہ سے ہم آشنا نہ تھے مگر اب جبکہ آپ کی صداقت اظہر من الشمس ہم پر ظاہر و باہر ہے تو ہم کیسے آپ کی معاونت سے پیچھے رہ سکتے ہیں۔

یا رسول اللہ! ہم موسیٰ کی قوم کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ اِذْھَبْ اَنْتَ وَ رَبُّکَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا ھٰھُنَا قٰعِدُوْنَ۔ اے موسیٰ! جا تو اور تیرا رب جا کر لڑو۔ ہم تو بس یہاں بیٹھے فتح کا انتظار کرتے رہیں گے بلکہ خدا کے رسول اور ہمارے دلوں کی دھڑکن! ہم آپ کے آگے بھی لڑیں گے، پیچھے بھی لڑیں گے۔ دائیں بھی لڑیں گے، بائیں بھی لڑیں گے اور دشمن آپ تک پہنچ ہی نہیں سکتا جب تک کہ ہماری نعشوں کو روندتا ہوا نہ جائے۔

(بخاری، کتاب المغازی، حدیث نمبر 3952)

جنگِ یرموک کا واقعہ ہے کہ قیصر روم نے ایک جاسوس، مسلمانوں کی جنگی تیاری کے جائزہ کی غرض سے بھجوایا تو جو حالات اس جاسوس نے قیصر روم اور ان کے سپہ سالاروں کو جا کر سنائے، ان سے بھی صحابہ کرام کی فدائیت اور ان کے جذبہ عشق کا خوب خوب اندازہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس جاسوس نے واپس جا کر اطلاع دی کہ ہمارے لشکر کا ان کی فوج سے جیتنا قطعاً ناممکن نظر آتا ہے۔ کیونکہ ہماری فوج دن میں جنگ کرتی ہے تو رات کو آرام سے سوتی ہے اور وہ لوگ رات بھر خدا کے آستانہ پر سجدہ ریز ہوتے ہیں اور وہ اپنے آقا کے ایک اشارے پر اٹھنے اور بیٹھنے والی جماعت ہے۔ انکی فدائیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ وہ اپنے آقا کے وضو کے قطرات کو زمین پر گرنے نہیں دیتے بلکہ ہر قطرہ کو لپک لپک کر اپنے ہاتھوں پر لیتے اور اس کو باعث برکت جان کر اپنے بدنوں پر ملتے ہیں۔ پس اپنے رسول کی محبت میں ایسی فنا شدہ، اطاعت گزار اور وفا شعار جماعت سے جیتنا بہر حال ناممکن ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

آپ ﷺ کے حسن و احسان کے

عاشق نہ صرف ہمیشہ آپ کے ساتھ رہنے والے فدائی صحابہ تھے بلکہ بچے بوڑھے اور عورتیں بھی آپؐ کی محبت میں گرفتار تھے۔ ہجرت کرتے ہوئے جب آپؐ مدینہ منورہ میں داخل ہونے لگے تو مدینہ کی گلی کوچوں اور چھتوں پر عورتیں اور بچے سب مل کر اکٹھے ہوگئے۔ یہ سب اپنے محبوب آقا کے انتظار میں پلکیں بچھائے ہوئے تھے۔ اور جیسے ہی آپؐ کا چہرہ اطہر اُنکے روبرو جلوہ گر ہوا، آپؐ کے استقبال میں کچھ یوں نغمہ سرا ہوئے:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعٰی لِلّٰہِ دَاعٍ

ایک چاند ہم پر جلوہ گر ہوا ہے۔ وداع کی گھاٹیوں سے اس مہتاب روحانی کی جلوہ گری پر خدا کا جتنا شکر کیا جائے کم ہے۔

ایک صحابیہ رسول ﷺ کا واقعہ ہے کہ جنگ اُحد کے دوران اچانک دشمنان اسلام نے خبر پھیلا دی کہ آپ ﷺ شہید ہوگئے ہیں۔ خبر کا ملنا تھا کہ مدینہ کی عورتیں مارے غم کے دیوانہ وار زار و قطار رونے لگیں۔ ایک عورت نے کہا کہ تم رونے میں جلدی نہ کرو۔ پہلے اس خبر کی تصدیق تو ہو جائے۔ چنانچہ وہ خود پتا کرنے کیلئے چل دی۔ راستے میں معلوم کیا تو پتا چلا کہ اس کے خاوند، والد، بھائی یہاں تک کہ لخت جگر بیٹا سب کے سب جام شہادت نوش کر گئے ہیں۔ مگر وہ بار بار اس بات کی توثیق چاہتی رہی کہ بس مجھے یہ بتاؤ ہمارے محبوب آقا ﷺ کا کیا حال ہے اور آپؐ کیسے اور کس حال میں ہیں؟ اس پر اسے جب یہ بتایا گیا کہ آپؐ خیریت سے ہیں تو وہ بے اختیار کہنے لگی کہ پھر مجھے کوئی غم نہیں۔ جب ہمارے پیارے رسولؐ زندہ ہیں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

(بخاری)

قارئین کرام! اس دور میں جبکہ غلام بنانے کا رواج تھا اور ان کو جانوروں کی طرح خریدنے بیچنے کا چلن تھا۔ ایسے دور میں رحمت مجسم نبی پاک ﷺ نے لاشئے محض سمجھے جانے والے اس طبقہ سے بھی کمال محبت فرمائی۔ جسکے نتیجہ میں ان لوگوں نے آنحضرتؐ پر نہ صرف ایمان لانے میں سبقت دکھائی بلکہ محبت رسول کے میدان میں بھی پہلی صف میں رہے۔ ایک ایسے ہی نظارہ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

ایسی عمر میں جبکہ بچے اپنے مہربان والدین کے سایہ عاطفت میں رہنا پسند کرتے ہیں، حضرت زید رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے حسن سلوک اور کمال شفقت کو دیکھ کر اس قدر آپؐ کے گرویدہ ہوگئے کہ والد کے ساتھ واپس اپنے گھر جانے سے انکار کر دیا اور آزادی کی زندگی کے بالمقابل تاعمر اپنے شفیق آقا کی غلامی میں رہنے کو ترجیح دی۔

رحمت للعلمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے جن دو عشاق پر آپؐ سے بے پناہ عشق اور کمال محبت کی وجہ سے سلام بھیجا، ان میں سے ایک آپؐ کے عاشق زار صحابی حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو اپنے بوڑھے والدین کی خدمت کی وجہ سے آپ ﷺ کی تاعمر زیارت نہ کر سکے۔ اس کمال محبت کا اثر آنحضرت ﷺ پر اس قدر ہوا کہ آپؐ نے اپنے اس عاشق صحابی پر سلام بھیجا اور آپ کیلئے بے شمار دعائیں فرمائیں اور آپ ﷺ اکثر فرماتے کہ یمن کی طرف سے مجھے اویس کی خوشبو آ رہی ہے۔

آپ کے علاوہ یہ سعادت جس کے حصہ میں آئی وہ مبارک وجود مسیح آخرالزمان ہے جس نے آپ کی عین پیشگوئیوں کے مطابق امت کی اصلاح اور تمام ادیان باطلہ پر اسلام کے غلبہ کیلئے اس زمانہ میں ظاہر ہونا تھا۔ سو وہ اپنے وقت پر ظاہر ہوا اور آپ ﷺ سے اس قدر محبت کی کہ دنیا میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اور یہی وہ عشق و محبت تھا جس کے نتیجہ میں آپؑ کو خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانیہ کا مظہر قرار دیا۔

حضرت حسان بن ثابت نے آنحضور ﷺ کی وفات پر دل کی گہرائیوں سے نکلا ہوا یہ شعر کہا:

کُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ
فَعَمِیَ عَلَیْکَ النَّاظِرُ
مَنْ شَآءَ بَعْدَکَ فَلْیَمُتْ
فَعَلَیْکَ کُنْتُ اُحَاذِرُ

یعنی اے محمد! (ﷺ) تو میری آنکھوں کی روشنی تھا۔ پس تیری موت سے میری آنکھوں کی روشنی جاتی رہی۔ ایک خوف اور غم اگر میری جان کو اندر ہی اندر ہلاک کئے جا رہا تھا تو وہ بس تیری موت کا غم تھا۔ اب تیری وفات کے بعد کوئی مرتا رہے مجھے کوئی غم نہیں۔

آپؐ کی وفات پر ہر صحابی کی یہی کیفیت تھی۔ حتیٰ کہ 14 سو سال بعد بھی آپ کا ایک عاشق صادق حضرت مسیح الزمان اس شعر کو پڑھ کر آپ کی وفات کے تصور سے غمگین ہوتا ہے اور اس کے دل میں شدت سے یہ خواہش جنم لیتی ہے کہ کاش یہ شعر میں نے کہا ہوتا۔

قارئین کرام! آئیے آپ کو صحابہ کرامؓ کی ایک اور محفل میں لئے چلتے ہیں جہاں صحابہ اپنے پیارے آقا ﷺ کے گرد شمع پر پروانہ جمع ہیں۔ آپس میں محو گفتگو ہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ اے میرے پیارے صحابہ! معلوم ہوتا ہے کہ میرا اب آخری وقت آن پہنچا ہے۔ اگر جانے انجانے میں کسی کو میری ذات سے کوئی غم پہنچا ہو، کسی کو کوئی تکلیف پہنچی ہو تو بتا دو۔ تمام مجلس میں سناٹا چھا جاتا ہے۔ سب صحابہؓ بے اختیار ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں کہ یہ کیسا سوال آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ کون بد بخت ہوگا جو ایسے اظہار کی جرأت کر سکتا ہے۔ چنانچہ ایک صحابی کا ہاتھ مجلس میں لہراتا ہے اس آواز کے ساتھ کہ جی! یا رسول اللہ! میں ہوں۔ مجھے فلاں جنگ کے موقع پر پیٹھ میں آپ کے نیزہ سے تکلیف پہنچی تھی۔ تمام صحابہ کرام کی حالت شدت غصہ سے غیر ہو رہی تھی۔ مگر قربان جائیں اس شفیق آقاؐ پر جو کمال شفقت اور متبسم چہرہ کے ساتھ اس صحابی کو اپنے پاس بلا کر اس کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں۔ بلکہ اس کے مطالبہ پر اپنے جسم اطہر سے قمیص بھی اٹھا دیتے ہیں۔ اسی لمحہ وہ صحابی آپ کے بدن مبارک سے لپٹ جاتا ہے اور بے اختیاری کے عالم میں آپ کے بدن کو چومنے لگتا ہے۔ اور تمام صحابہ اس کی اس خوش بختی پر نازاں اور رشک کرتے نظر آتے ہیں کہ کاش! یہ سعادت ہمارے حصہ میں آتی۔

پھر رسول کریم ﷺ سے بے پناہ عشق و محبت کا یہ واقعہ کون فراموش کر سکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ بقضائے الٰہی وفات پا چکے ہیں تو ان کو اپنے کانوں پر یقین نہ ہوا، اور نہ وہ اس بات کا یقین کرنا چاہتے تھے۔ اور اس کی واحد وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ وہ عشق رسول میں حد درجہ فنا تھے۔ اور غم و غصہ کی اسی ملی جلی کیفیت میں عشق رسول میں مخمور اس دیوانے نے تلوار میان میں سے سونت لی اور کہنے لگے کہ جو یہ کہے گا کہ آنحضرت ﷺ فوت ہو چکے ہیں، میں اس کی گردن اڑا دونگا۔ تب کمال حکمت سے کام لیتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۗ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ۗ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ

(آل عمران:145)

اس آیت کا حضرت عمرؓ کے کانوں میں پڑنا تھا کہ طبیعت یکسر تبدیل ہوگئی اور بے اختیار اس عاشق مصطفیٰ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ اس روز صحابہ مدینہ کی گلیوں میں دیوانہ وار یہ آیت پڑھتے اور زار و قطار روتے پھرتے تھے اور انہیں یوں محسوس ہوتا تھا کہ گویا یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے جبکہ وہ ہمیشہ اس آیت کو قرآن مجید میں پڑھتے تھے۔

الغرض! محبت رسولؐ میں سرشار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اپنے حبیب آقا سے عشق کی داستانوں میں سے کس کس واقعہ کا ذکر کریں۔ سب آنحضرت ﷺ کی محبت سے لبریز نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ایسے ہی قابل رشک جاں نثار صحابہ کے اوصاف و فضائل کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں کہ پہلے وہ کیسے تھے اور آپؐ کے حسن سلوک اور آپ کی صحبت کا فیض پا کر وہ کیسے نورانی وجود بن گئے:

اَتَعْرِفُ قَوْمًا کَانَ مَیْتًا کَمِثْلِهِمْ
نَئُوْمًا کَاَمْوَاتٍ جَهُوْلًا یَلَنْدَدَا
فَاَیْقَظَهُمْ هٰذَا النَّبِیُّ فَاَصْبَحُوْا
مُنِیْرِیْنَ مَحْسُوْدِیْنَ فِی الْعِلْمِ وَالْهُدٰی

یعنی کیا تو ایسے لوگوں کو جانتا ہے جو اُن جیسے مُردہ تھے جو مُردہ کی طرح سوئے ہوئے تھے اور بہت جاہل اور جھگڑالو تھے۔ سو اس نبی ﷺ نے ان کو بیدار کر دیا۔ سو وہ نور دینے والے اور علم و ہدایت میں قابل رشک ہوگئے۔

(کرامات الصادقین، روحانی خزائن، جلد 7 صفحہ 93)

یہ آپ ﷺ سے کمال عشق کا ثمرہ ہی تھا کہ یہ شمع رسالت کے پروانے آپس میں بھی ایک دوسرے سے محبت میں اس قدر کمال کو پہنچے کہ عرش بریں سے خدا تعالیٰ نے بھی اس

بات کی گواہی دی۔ جیسا کہ فرمایا: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ .... اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (الفتح:29) محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے خلاف بہت جوش رکھتے ہیں لیکن آپس میں ایک دوسرے سے بہت ملاطفت کرنے والے ہیں اللہ نے مومنوں اور ایمان کے مطابق عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ ان کو مغفرت اور بڑا اجر ملے گا۔

ہزاروں ہزار درود اور سلام اس محسن انسانیت پر جس نے اپنی تعلیم و تربیت، فیض صحبت اور دعاؤں سے عرب کی بادیہ نشین وحشی قوم میں ایسا انقلاب برپا کیا کہ وہ نہ صرف انسان بلکہ بااخلاق اور باخدا انسان بن گئے۔ آپ ﷺ نے انہیں گوبر کی طرح ذلیل قوم پایا مگر خالص سونے کی ڈلی کی طرح روشن، چمکدار اور قیمتی بنا دیا۔ بھیڑ بکریوں اور اونٹوں کے چرواہوں کو تخت شاہی پر بٹھایا تو غلاموں کو بادشاہ بنا دیا۔ ایک ان پڑھ اور اُمّی قوم کو دنیا کا استاد، معلم اور خدا نما وجود بنا دیا۔ الغرض انہیں فرش سے اٹھا کر عرش کے چمکدار اور ہدایت دینے والے تارے بنا دیا۔

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کا پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار
پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ
معنیٔ راز نبوّت ہے اسی سے آشکار

(درّثمین)

عرب کے وہ بادیہ نشین صحبت رسول ﷺ اور آپؐ کی قوت قدسی کے نتیجہ میں ایسے باکمال ہوئے کہ اپنے مال و جان اور عزتیں اور وطن سب کچھ خدا اور اسکے رسول کیلئے قربان کر دیا اور آپؐ کے عشق و محبت میں فنا ہو کر ایسی عظیم الشان قربانیاں پیش کیں جو خدا کے ہاں مقبول کہلائیں اور خدا تعالیٰ نے عرش بریں سے ان صحابہ کرامؓ کو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (المجادلہ:23) کے انعام سے نوازا۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے اپنے عاشق زار غلاموں کو یہ سند عطا فرمائی کہ: اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ۔ (جامع بیان العلم وفضلہ)

یعنی میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے تم جسکی بھی پیروی کرو گے، ہدایت پا جاؤ گے۔ اور بلاشبہ اپنے علم و عمل صحبت صالحہ اور پاک نمونہ سے اصحاب رسول ﷺ بہتوں کی ہدایت کا موجب بنے اور آج بھی ان کے عشق رسول کے پاکیزہ نمونے ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

دیگر مذاہب اور امتوں پر اسلام کی برتری اور نبی کریم ﷺ کی افضلیت کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی معاونت کیلئے غایت درجہ وفادار اور جاں نثار صحابہ کی جماعت عطا فرمائی۔ اسی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’جو شخص ایک بگڑی ہوئی قوم کی ایسی اصلاح کر دے کہ گویا وہ عیب اس میں تھے ہی نہیں تو اس سے بڑھ کر اسکی صداقت کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے؟ ...... یوروپین مؤرخوں تک کو اس امر کا اعتراف کرنا پڑا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں جو اُنس، وفاداری اور اطاعت اپنے ہادی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی، اسکی نظیر کسی دوسرے نبیوں کے متبعین میں نہیں ملتی ہے۔‘‘ (ملفوظات، جلد 2، صفحہ 114، ایڈیشن 2003 قادیان)

نیز آپؑ فرماتے ہیں: ’’صحابہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے وفادار اور مطیع فرمان تھے کہ کسی نبی کے شاگردوں میں ایسی نظیر نہیں ملتی ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت جس وفاداری کی محبت اور ارادت اور جوش سے انہوں کی کبھی کسی نے نہیں کی۔ موسیٰؑ کی جماعت کے حالات پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کئی بار پتھراؤ کرنا چاہتی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تو ایسے کمزور اور ضعیف الاعتقاد تھے کہ خود عیسائیوں کو تسلیم کرنا پڑا ہے ...... مگر صحابہؓ ایسے ارادت مند اور جاں نثار تھے کہ خود خدا تعالیٰ نے ان کی شہادت دی کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں جانوں تک دینے میں دریغ نہیں کیا۔‘‘ (ملفوظات، جلد 2، صفحہ 461، ایڈیشن 2003 قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام صحابہ کرامؓ کی محبت و اخلاص اور وفا اور فنافی الرّسول کے نتیجہ میں اُن کو عطا ہونے والے بلند مقام و مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’صحابہ کرام کی حالت کو دیکھو کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہنے کیلئے کیا کچھ نہ کیا جو کچھ اُنہوں نے کیا اسی طرح پر ہماری جماعت کو لازم ہے کہ وہی رنگ اپنے اندر پیدا کریں۔ بدوں اس کے وہ اس اصلی مطلب کو جس کیلئے میں بھیجا گیا ہوں، پا نہیں سکتے ...... اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو جو مسیح موعود کے ساتھ ہے، یہ درجہ عطا فرمایا ہے کہ وہ صحابہؓ کی جماعت سے ملنے والی ہے۔ وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعہ:4) ...... اس لئے ہمیشہ دل غم میں ڈوبتا رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو بھی صحابہ کے انعامات سے بہرہ ور کرے۔ ان میں وہ صدق و وفا و اخلاص اور اطاعت پیدا ہو جو صحابہؓ میں تھی۔‘‘ (ملفوظات، جلد 1، صفحہ 405)

آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عربی قصائد میں سے چند وہ دعائیہ اشعار بطور برکت درج کئے جاتے ہیں جن میں آنحضرت ﷺ کے جاں نثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت شان ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

اِنَّ الصَّحَابَةَ كُلَّهُمْ كَذُكَاءِ
قَدْ نَوَّرُوْا وَجْهَ الْوَرٰى بِضِيَاءِ

قومٌ کرامٌ لا نفرّقُ بینہُم
کانوا لخیر الرّسلِ کالاَعضاءِ

انی اریٰ صحب الرّسول جمیعَھُم
عند الملیک بِعِزّۃٍ قعُساءِ

واللہ یعلمُ لو قدرتُ ولم امُت
لاشعتُ مدح الصحب فی الاعداءِ

یا ربّ فارحمنابصحب نبیِّنا
واغفِر و انت اللہُ ذُو آلاءِ

یعنی بلاشبہ تمام صحابہؓ سورج کی مانند ہیں۔ انہوں نے اپنی روشنی سے مخلوق کا چہرہ منوّر کیا۔ وہ سب معزز اور بزرگ لوگ ہیں۔ ہم ان کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔ وہ خیر الرسل ﷺ کیلئے بمنزلہ اعضاء کے تھے۔

میں رسولؐ کے تمام صحابہؓ کو خدا کے حضور میں دائمی عزت کے مقام پر پاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اگر مجھے قدرت ہوتی اور موت کا سامنا نہ ہوتا تو میں صحابہ کی تاریخ ان کے تمام دشمنوں میں خوب پھیلا کر چھوڑتا۔

اے میرے رب! ہم پر بھی نبیؐ کے صحابہؓ کے طفیل رحم کر اور ہماری مغفرت فرما اور تو ہی نعمتوں والا ہے۔

(سرّ الخلافہ، روحانی خزائن، جلد 8، صفحہ 397)

......☆......☆......☆......

نُور لائے آسماں سے

پاکیزہ منظوم کلام سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

دیکھ سکتا ہی نہیں مَیں ضُعف دینِ مصطفیٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

وہ خدا جس نے نبیؐ کو تھا زرِ خالص دیا
زیورِ دیں کو بناتا ہے وہ اب مثلِ سنار

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبیؐ کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار

پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اِک معجزہ
معنیٔ رازِ نبوّت ہے اِسی سے آشکار

نُور لائے آسماں سے خود بھی وہ اِک نُور تھے
قومِ وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار

روشنی میں مہرِ تاباں کی بھلا کیا فرق ہو
گرچہ نکلے روم کی سرحد سے یا از زنگ بار

......☆......☆......☆......

سیرت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم عبادات کے آئینہ میں

صدیق اشرف علی موگرال (کیرلہ)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ہر پہلو ایسا کامل اور مکمل ہے کہ اس کی مثال گزشتہ تمام انبیاء کرام میں نہیں مل سکتی۔ اس کی گواہی خود خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ میں دی ہے کہ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ یعنی تو اخلاق فاضلہ کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ یعنی تمہارے لئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں ہر طرح کا اعلیٰ نمونہ موجود ہے۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ یعنی میں نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے اس ارشاد کو اپنا مقصد حیات بنالیا تھا۔ اپنے لئے حرز جان بنا لیا تھا۔ چنانچہ عبادات کے آئینہ میں آپ کی سیرت کا مقام بہت بلند ہے۔ اتنا بلند کہ اس تک نہ پہلے کوئی پہنچا اور نہ کوئی بعد میں آنے والا پہنچ سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”یہ مرتبہ عبودیت کاملہ جو انسان اپنی عملی تکمیل محض خدا تعالیٰ کی طرف سے دیکھے بجز اس مہدیٔ کامل کی جس کی عملی تکمیل تمام وکمال محض خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے ہوئی ہو دوسرے کو میسر نہیں آسکتا کیونکہ اپنی جدو جہد اور کوشش کا اثر ضرور ایک ایسا خیال پیدا کرتا ہے کہ جو عبودیت تامہ کے منافی ہے۔ اس لئے مرتبہ عبودیت کاملہ بھی بوجہ اسکے جو مرتبہ مہدویت کاملہ کے تابع ہے بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی دوسرے کو بوجہ کمال حاصل نہیں۔“

(ایام صلح، صفحہ 148، حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:

”چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاک باطنی و انشراح صدری وعصمت وحیا و صدق وصفا و توکل و وفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل واعلیٰ واکمل وارفع واجلیٰ واصفا تھے اس لئے خدائے جل شانہ نے ان کو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا۔ اور وہ سینہ اور دل جو تمام اولین وآخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر تھا۔ وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اوّلین وآخرین کی وحیوں سے اقویٰ واکمل وارفع واتم ہو۔“ (سرمہ چشم آریہ، صفحہ 23 حاشیہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی جگہ اور ایسی قوم میں پیدا ہوئے جہاں چاروں طرف شرک پھیلا ہوا تھا۔ ایسے میں آپ کی فطرت صحیحہ نے آپ کے دل میں خدائے واحد کی عبادت کی جوت جگادی اور آپ تن تنہا غار حرا کی طرف نکل جاتے اور خدائے واحد کی عبادت میں گم ہوجاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت الٰہی سے ایک عجیب تعلق تھا۔ ایک خاص سرور اور لذت محسوس کرتے تھے۔ تنہائی آپ کو بہت پیاری تھی کیونکہ تنہائی میں آپکو اپنے پیارے خدا سے راز ونیاز کا موقع اور یکسوئی حاصل ہوتی تھی۔ اسکی عبادت میں ہی آپ کو قلبی سکون اور حقیقی خوشی حاصل ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے جوانی کے زمانے میں ہی آپ نے غار حرا میں جانا شروع کیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے بعد بھی آپ نے غار حرا میں جانا جاری رکھا۔ حضرت خدیجہ آپ کیلئے زاد تیار کر کے دیا کرتیں اور جب زاد ختم ہو جاتا تو دوبارہ آپ زاد تیار کر کے دیتیں اور آپ واپس غار حرا کی طرف نکل جاتے اور اپنے رب کی عبادت میں کھو جاتے۔ مگر جب رسالت کی ذمہ داری آپ کے سپرد ہوئی تو آپ اس کو جاری نہ رکھ سکے لیکن خدا تعالیٰ کے ساتھ راز ونیاز کا یہ سلسلہ چلتا رہا اور اس میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”میں دیکھتا ہوں کہ گرمیوں کو بھی روحانی ترقی کے ساتھ خاص مناسبت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مکہ جیسے شہر میں پیدا کیا اور پھر آپ ان گرمیوں میں تنہا غار حرا میں جا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ وہ کیسا عجیب زمانہ ہوگا۔ آپ ہی ایک پانی کا مشکیزہ اٹھا کرلے جایا کرتے ہونگے۔“

(الحکم، 10 راگست 1905)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں کہ

”جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس اور ذوق پیدا ہو جاتا ہے تو پھر دنیا اور اہل دنیا سے ایک نفرت اور کراہت پیدا ہو جاتی ہے، بالطبع تنہائی اور خلوت پسند آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی حالت تھی۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں آپ اس قدر فنا ہو چکے تھے کہ آپ اس تنہائی میں پوری لذت اور ذوق پاتے تھے۔ ایسی جگہ میں جہاں کوئی آرام اور راحت کا سامان نہ تھا اور جہاں جاتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہو۔ آپ کئی کئی راتیں گزارتے تھے۔“

(الحکم 10 راگست 1905ء، صفحہ 2)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبودیت کاملہ کا آئینہ بن گئے اور مخلوق خدا کیلئے رحمت و شفقت کے ابر باراں بن گئے اور ساری دنیا کیلئے رحمت ہوگئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰى یعنی وہ نبی جناب الٰہی کے بہت قریب چلا گیا! اور پھر مخلوق کی طرف جھکا اور اسطرح پر دونوں حقوق کو جو حق اللہ اور حق العباد ہے ادا کر دیا۔ دونوں قسم کا حسن ظاہر کیا اور دونوں قوسوں میں وتر کی طرح ہوگئے۔“

(ضمیمہ براھین احمدیہ، حصہ پنجم، صفحہ 62)

آغاز اسلام میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور نوجوانوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ پر ایمان لائے تھے اور آپ نے اسوقت سے نماز باجماعت کی ادائیگی کا سلسلہ شروع فرمایا۔ پھر اس سلسلے کو عمر بھر جاری رکھا۔ سفر و حضر، عسر و یسر ہر حال میں اس فریضہ میں کسی قسم کی کوتاہی کو روا نہ رکھا۔ ابتدا میں آپ کفار مکہ کے فتنہ کے خوف سے چھپ کر بھی نماز ادا کرتے رہے۔ کبھی گھر میں پڑھ لیتے کبھی کسی پہاڑی گھاٹی میں۔ البتہ اشراق کی نماز علی الاعلان کعبہ میں ادا کرتے۔ (صحیح بخاری)

اگر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ عبادات کے آئینہ میں کریں تو یہ پتا لگتا ہے کہ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ایک ایک پل خدا کی عبادت میں گزرتا تھا اور نماز میں آپ کی عبادت کی کیفیت اور حسین ہوجاتی اور آپ اس میں ایک عجیب سکون محسوس فرماتے تھے اور اسکو وقت پر ادا کرنے اور باقاعدگی میں آپ سب کیلئے کامل نمونہ تھے یہاں تک کہ وفات سے چند روز قبل جب آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کیلئے مقرر فرمایا تو بیمار ہونے کے باوجود دو آدمی کی مدد سے گرتے پڑتے مسجد تشریف لائے اور صحابہ کرام کو نماز پڑھتے دیکھ کر آپ کو قلبی مسرت حاصل ہوئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے سخت حالات میں بھی نمازوں کی حفاظت کا خاص خیال رکھتے تھے۔

احادیث سے پتا چلتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی روزمرہ زندگی کا آغاز نماز تہجد سے کرتے تھے نماز سے قبل وضو کرتے ہوئے مسواک کرتے۔ نہایت عمدہ اور لمبی نماز تہجد ادا کرتے۔ زیادہ دیر کھڑے رہنے کی وجہ سے پاؤں پر ورم ہوجاتا۔ اذان کی آواز سننے پر آپ مسجد نبوی چلے جاتے اور فجر کی نماز پڑھتے۔ (بخاری، کتاب التہجد، صفحہ 25)

آپ کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ ہر کام سے پہلے خدا کو یاد کرتے۔ سوتے اور جاگتے، اٹھتے بیٹھتے ہر وقت آپ خدا کی طرف رجوع کرتے اور اس سے ہی استعانت طلب کرتے اور ہر دم استغفار بھی فرماتے رہتے۔

(بخاری، کتاب الدعوات، صفحہ 83)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دن کے کاموں کو نماز عشاء سے پہلے پہلے ختم کرنے کی کوشش کرتے۔ عشاء کے بعد آرام کرنا پسند کرتے تھے تا کہ تہجد کے لئے بروقت بیدار ہوسکیں۔ آپ نے رات کے ہر حصہ میں نماز تہجد ادا کی ہے۔ مگر زیادہ تر رات کے آخری حصے میں تہجد پڑھا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلوات)

اسلام کے ابتدائی دنوں کی بات ہے کہ ابھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا ایک مرتبہ عمر اس ارادے سے نکلے کہ نعوذ باللہ آج وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کردینگے۔ عمر کو معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کعبہ کے قریب نماز پڑھنے تشریف لاتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ کعبہ کے پاس پہنچے تو ان کو نزدیک سے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز آئی جو سجدہ میں خدا سے گریہ و زاری میں لگے ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گریہ وزاری کرتے ہوئے دعا کا منظر ایسا دل موہنے والا تھا کہ حضرت عمر کو قتل کا ارادہ ترک کرنا پڑا اور وہ حضورؐ کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔ آہٹ سن کر آنحضرت نے فرمایا اے عمر تم میرا پیچھا کب چھوڑو گے۔ عمر ڈر گئے کہ کہیں آپؐ انکے خلاف بددعا نہ کردیں۔ فوراً کہا میں آیا تو آپؐ کے قتل کے ارادہ سے تھا لیکن اب نہیں۔ الغرض دشمن سے دشمن بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی تاثیر کے قائل تھے۔ تہجد کی عبادت اور تنہائی کی نماز آپکے لئے سب کچھ تھی۔ آپؐ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ایک خواہش رکھی ہوئی ہے۔ اور میری دلی خواہش رات کی عبادت ہے۔ (طبرانی، جلد12، صفحہ 84)

چنانچہ اندھیری راتوں کی تنہائیوں میں آپ اپنے رب کی عبادت میں حقیقی خوشی محسوس کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رات کے وقت آپؐ نفلی نماز میں مشغول ہوتے۔ جب آپ سجدہ میں جاتے میں اپنے پاؤں سکیڑ لیتی تھی اور جب آپؐ سجدہ سے اٹھ جاتے تو پاؤں کو سیدھا کرلیتی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپکی نماز تہجد کی کیفیت پوچھی گئی تو آپؓ نے فرمایا آپؐ کی نماز نہایت حسین نماز ہوا کرتی تھی۔ اس نماز کی لمبائی اور حسن وخوبی کے متعلق مت پوچھو یعنی میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے آپؐ کی نماز کی اس خوبصورتی کا نقشہ کھینچ سکوں۔ (صحیح بخاری، کتاب التہجد)

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات کو عبادت کرنے توفیق ملی آپ ﷺ نے پہلے سورہ بقرہ پڑھی۔ آپؐ کسی رحمت کی آیت سے نہیں گزرتے تھے مگر وہاں رک کر دعا کرتے اور کسی عذاب کی آیت سے نہیں گزرتے مگر رک کر پناہ مانگتے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی۔ آپؐ اتنی دیر (نماز میں) کھڑے رہے کہ میں نے ایک بری بات کا ارادہ کرلیا۔ پوچھا گیا کہ کیا ارادہ تھا فرمایا ’’میں نے سوچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتا چھوڑ کر بیٹھ جاؤں۔ (صحیح بخاری، کتاب التہجد)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک رات جو میری آنکھ کھلی تو آپؐ کو بستر پر نہ پایا۔ میں سمجھی کہ آپؐ کسی اور بیوی کے حجرے میں تشریف لے گئے ہیں۔ اندھیرے میں ادھر ادھر ٹٹولا تو دیکھا کہ پیشانی مبارک زمین پر ہے اور آپؐ سربسجود ہیں اور عبادت میں مصروف ہیں اور یہ دعا کررہے ہیں سبحانك وبحمدك لا اله الا انت یعنی اے اللہ تو پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ عائشہ فرماتی ہیں کہ یہ دیکھ کر مجھے اپنے شبہ پر ندامت ہوئی اور دل میں کہا۔ سبحان اللہ میں کیا سوچ رہی تھی اور خدا کا رسول کس طرح عبادت میں مصروف ہے۔ (نسائی کتاب عشرۃ النساء)

جب سارے لوگ آرام کی نیند سو رہے ہوتے تو آپ چپکے سے بستر چھوڑ کر بعض دفعہ سنسان قبرستان کی طرف نکل جاتے۔ خدا سے مناجات میں مصروف ہوجاتے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تجسس میں آپؐ کے پیچھے گئیں تو دیکھا آپؐ جنت البقیع میں کھڑے دعا مانگ رہے تھے۔ آپؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں سوچا کہ خدا کا رسول تم پر ظلم کرے گا۔ (یعنی تمہاری باری میں کہیں اور کیسے جاسکتا تھا)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ آپ رضی اللہ عنہا کی باری پر آپ کے گھر تشریف لائے۔ رات کو آپ نے فرمایا اے عائشہ اگر تم اجازت دو تو میں آج کی رات اپنے رب کی عبادت میں گزاردوں۔ حضرت عائشہ نے بخوشی اجازت دیدی اور آپ نے وہ ساری رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاردی۔ (درمنثور)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی ایک اور روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے قیام میں بہت لمبی نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ عبادت کرتے کرتے آپؐ کے پاؤں سوج جاتے۔ آپؐ سے کہا گیا اے اللہ کے رسول آپ اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں جبکہ خدا تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ کیا اللہ تعالیٰ کے اس احسان پر میں اس کا عبادت گزار اور شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (بخاری، کتاب التفسیر، صفحہ 324)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں خدا تعالیٰ کی عبادت کا نہایت اعلیٰ معیار قائم کیا وہاں آپ نے خدا کی عبادت کرنے والی ایک جماعت بھی قائم فرمائی۔ چنانچہ جنگ بدر کے موقع پر اپنے مولیٰ سے گریہ وزاری کرتے ہوئے یہ دعا کی ’’اے اللہ اگر آج اس مختصر سی جماعت کو تونے ہلاک کردیا تو پھر تیری عبادت کون کرے گا‘‘۔

فرض نماز کے سلسلہ میں آپ کا یہ دستور تھا کہ زیادہ لمبی نماز نہیں پڑھاتے تھے محض اسلئے کہ عام لوگوں کو تکلیف اور پریشانی نہ ہو۔ مگر وقت پر نماز پڑھانے کی سختی سے پابندی کرتے اور نماز ٹھہر ٹھہر کر اور سنجیدگی سے پڑھاتے۔ چنانچہ روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں جاتے تو لوگ خیال کرتے کہ آپؐ قیام کرنا بھول گئے ہیں اور جب آپؐ قیام میں ہوتے تو لوگ خیال کرتے کہ آپ سجدہ میں جانا بھول گئے ہیں۔ غرضیکہ آپ ﷺ نہایت خشوع وخضوع سے نماز پڑھتے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات ایسی عمدہ اور ایسی کامل تھیں کہ خدا نے اس کا ذکران الفاظ میں کیا کہ قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ یعنی اے رسول تو لوگوں کو کہہ دے کہ میری عبادت میری قربانی میری زندگی میری موت سب کچھ صرف خدا کیلئے ہے اور محض اللہ کی عبودیت کیلئے ہے۔ غرض یہ کہ آپؐ کی عبادات نے دنیا کے سامنے نہ صرف ایک اعلیٰ معیار قائم کیا بلکہ ان عبادات کے نتیجے میں دنیا میں ایک انقلاب عظیم برپا ہوا۔ جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہوگئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچادیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اللھم صل وسلم وبارك علیہ وآلہ۔‘‘ (برکات الدعا، صفحہ 5)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے عبادات کو قائم کرنے کی طرف بہت زیادہ زور دیا ہے اور اپنے خطبات میں قیام نماز کی طرف بار بار توجہ دلاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے حقیقی تعلق قائم کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ نیز آپ نے حضرت خاتم النبیین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی پیروی کرنے کی بھی نصیحت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے حضور اقدس کی ہدایت پر عمل کرنے اور عبادات اور نماز کو قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

☆ ☆ ☆

کلامُ الامام

’’تمہارا اُسوہ وہ لوگ ہیں جن کیلئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی تجارت اور بیع وشریٰ انہیں ذکر اللہ سے نہیں روکتا۔‘‘

(ملفوظات، جلد5، صفحہ 104)

’’بھیج درود اُس محسن پر تُو دن میں سو سو بار - پاک محمد مصطفیؐ نبیوں کا سردار‘‘

قریشی عبد الحکیم، بنگلور، صوبہ کرناٹک

مالکِ ارض وسماء نے حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نوع انسان کی فلاح وبہبودی کی خاطر رحمت للعٰلمین بنا کر مبعوث کیا۔ گویا آپ ﷺ کے وجود اطہر میں احسان ہی احسان رکھا گیا۔ آپ ﷺ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ آپؐ نے ایک ایسی کامل شریعت کو دنیا کے سامنے پیش کیا جو نہ صرف عالمگیر ضابطہ حیات ہے بلکہ صحیفہ فطرت بھی ہے۔ جو شریعت آپ نے بنی نوع انسان کیلئے پیش کی اُس کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف پر آپ دل وجان سے عمل کرنے والے تھے۔ آپ نے اُس شریعت کو اپنے وجود میں اُتار لیا تھا۔ ایک موقع پر کسی صحابی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواباً فرمایا: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن کہ سارا قرآن آپ کے اخلاق کا ہی نقشہ پیش کرتا ہے۔

آپ ﷺ ایک ایسے تاریک دور میں مبعوث ہوئے جہاں ہر طرف شرک وگمراہی اور مخلوق پرستی نے ربوبیت اور عبودیت کے رشتے کو مٹا کر رکھ دیا تھا۔ ایسے تاریک زمانہ میں آپ ﷺ نے توحید خالص کے قیام کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا۔ اس مقصدِ عظیم کی کامیابی کیلئے آپ ﷺ لگاتار جانی ومالی قربانی کرتے ہوئے آستانہ الوہیت میں بڑے دردوکرب سے دعائیں کرنے لگے جسے دیکھ کر خدائے رحمٰن نے فرمایا: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ

یعنی اے محمد کیا تو اپنی جان کو اس غم میں ہلاک کردیگا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

انبیاء کرام کی تاریخ میں کسی نبی کیلئے خدا تعالیٰ نے ایسے کلمات استعمال نہیں کئے اور ایسی فکرمندی کا اظہار نہیں فرمایا۔

سیدنا ومولانا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’مَیں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہوچکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اِس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُس کے کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے، وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذُرّیتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اُس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اُس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اِسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اسکے نُور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اُس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اُس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، صفحہ 115، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 118 تا 121)

سر ولیم میور (Sir William Muir)

یہ ایک مستشرق ہے اور کافی کچھ خلاف لکھتا ہے۔ یہ بھی بعض موقعوں پر آنحضرت ﷺ کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکا۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ: ’’ایک اہم خوبی وہ خوش خلقی اور وہ خیال تھا جو آپ اپنے معمولی سے معمولی پیروکار کا رکھا کرتے۔ حیا، شفقت، صبر، سخاوت، عاجزی آپ کے اخلاق کے نمایاں پہلو تھے اور ان کے باعث آپ اپنے ماحول میں ہر شخص کو اپنا گرویدہ کر لیتے۔ انکار کرنا آپ کو ناپسند تھا۔ اگر کسی سوالی کی فریاد پوری نہ کر پاتے تو خاموش رہنے کو ترجیح دیتے۔ کبھی یہ نہیں سنا کہ آپ نے کسی کی دعوت ردّ کی ہو خواہ وہ کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو۔ اور کبھی یہ نہیں ہوا کہ آپ نے کسی کا پیش کیا ہوا تحفہ رد کر دیا ہو خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔ آپ کی ایک نرالی خوبی یہ تھی کہ آپ کی محفل میں موجود ہر شخص کو یہ خیال ہوتا کہ وہی اہم ترین مہمان ہے۔ اگر آپ کسی کو اپنی کامیابی پر خوش پاتے تو گرمجوشی سے اس سے مصافحہ کرتے اور گلے لگاتے اور محروموں اور تکلیف میں گھرے افراد سے بڑی نرمی سے ہمدردی کا اظہار کرتے۔ بچوں سے بہت شفقت سے پیش آتے اور راہ کھیلتے بچوں کو سلام کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے۔ وہ قحط کے ایام میں بھی دوسروں کو اپنے کھانے میں شریک کرتے اور ہر ایک کی آسانی کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہتے۔ ایک نرم اور مہربان طبیعت آپ کے تمام خواص میں نمایاں نظر آتی تھی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک وفادار دوست تھا۔ اس نے ابوبکر سے بھائی سے بڑھ کر محبت کی۔ علی سے پدرانہ شفقت کی۔ زید، جو آزاد کردہ غلام تھا، کو اس شفیق نبی سے اس قدر لگاؤ تھا کہ اس نے اپنے والد کے ساتھ جانے کی بجائے مکہ میں رہنے کو ترجیح دی۔ اپنے نگران کا دامن پکڑتے ہوئے اس نے کہا، 'میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا، آپ ہی میرے ماں اور باپ ہیں'۔ دوستی کا یہ تعلق زید کی وفات تک رہا اور پھر زید کے بیٹے اسامہ سے بھی اس کے والد کی وجہ سے آپ نے ہمیشہ بہت مشفقانہ سلوک کیا۔ عثمان اور عمر بھی آپ سے ایک خاص تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے حدیبیہ کے مقام پر بیعتِ رضوان کے وقت اپنے محصور داماد کے دفاع کیلئے جان تک دینے کا جو عہد کیا وہ اسی سچی دوستی کی ایک مثال ہے۔ دیگر بہت سے مواقع ہیں جو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غیر متزلزل محبت کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں۔ کسی بھی موقع پر یہ محبت بے محل نہ تھی، بلکہ ہر واقعہ اسی گرمجوش محبت کا آئینہ دار ہے‘‘۔

پھر لکھتا ہے کہ ’’اپنی طاقت کے عروج پر بھی آپ منصف اور معتدل رہے۔ آپ اپنے اُن دشمنوں سے نرمی میں ذرہ بھی کمی نہ کرتے جو آپ کے دعاوی کو بخوشی قبول کر لیتے۔ مکہ والوں کی طویل اور سرکش ایذا رسانیاں اس بات پر منتج ہونی چاہئے تھیں کہ فاتح مکہ اپنے غیظ وغضب میں آگ اور خون کی ہولی کھیلتا۔ لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چند مجرموں کے علاوہ عام معافی کا اعلان کر دیا اور ماضی کی تمام تلخ یادوں کو یکسر بھلا دیا۔ ان کے تمام استہزاء، گستاخیوں اور ظلم وستم کے باوجود آپ نے اپنے سخت ترین مخالفین سے بھی احسان کا سلوک کیا۔ مدینہ میں عبد اللہ اور دیگر منحرف ساتھی (یعنی جو منافقین تھے) جو کہ سالہا سال سے آپ کے منصوبوں میں روکیں ڈالتے اور آپ کی حاکمیت میں مزاحم ہوتے رہے، ان سے درگزر کرنا بھی ایک روشن مثال ہے۔ اسی طرح وہ نرمی جو آپ نے اُن قبائل سے برتی جو آپ کے سامنے سرنگوں تھے اور قبل ازیں جو فتوحات میں بھی شدید مخالف رہے تھے، ان سے بھی نرمی کا سلوک فرمایا۔‘‘

The Life of Mahomet by William Muir, Vol. IV, London Smith Elder and Co., 65 Cornhill, 1861, pp.305-307

(بحوالہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ 5 اکتوبر 2012)

شرفِ انسانی اور قیامِ امن کی خاطر آپ ﷺ نے اپنی خداداد قوتِ قدسیہ سے ساری دنیا کو اتحاد واتفاق، بہترین اخلاق اور انس ومحبت کا ایسا درس دیا جو قیامت تک ہر فرد بشر کو گرانبار احسان رکھے گا۔

ابتدا ہی سے عورت مظلوم اور بے بس رہی ہے۔ قربان جائیں اِس محسنِ اعظم پر کہ جس نے عورت کو نہ صرف اُسکے حقوق عطا کئے بلکہ آپ ﷺ نے اولاد کیلئے جنت کی کنجی ماں کے قدموں تلے رکھ دی۔ نزولِ قرآن سے قبل کسی کتاب میں عورتوں کے حقوق کا اس قدر تفصیل کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا جس طرح کہ قرآن میں ذکر کیا گیا۔ ہم یقین سے کہہ سکتے

ہیں کہ عورتوں کو جو عزت ، مقام و مرتبہ قرآن نے دیا ہے وہ کسی کتاب نے نہیں دیا۔ یہ قرآنی احکام کا احسان ہے کہ آج دنیا کی ہر عورت اپنے بزرگوں کی وراثت کی حقدار بن گئی۔

آپؐ کی بعثت سے قبل بھی اور آپؐ کے دورِ رسالت میں بھی غریب، لاچار اور بے بس انسانوں کو غلام کہہ کر جانوروں کی طرح خریدا اور بیچا جاتا تھا۔ ان مظلوموں کے جذبات اور احساسات کی کوئی قدر نہیں تھی بلکہ ان غلاموں پر ہر طرح کی بربریت و ظلم ایک عام سی بات تھی۔ ایسی سفاکی کے دور میں ہمارے نبی اکرم ﷺ وہ منفرد محسنِ انسانیت ہیں جنہوں نے قرآن کریم کی روشنی میں اس ناانصافی اور تکبر کے خلاف مساوات کی ایک کامیاب تحریک کا آغاز کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی غلام کو آزاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے میں آزاد کرانے والے کے بدن کے ہر حصہ پر دوزخ کی آگ کو حرام کر دیگا۔ (صحیح مسلم)

اس طرح آپؐ نے صدیوں کی پہنائی گئی غلامی کی زنجیر کو ہمیشہ کیلئے توڑ کر رکھ دیا۔ کاش آج بڑی بڑی کمپنیوں کے مالک و سرمایہ دار حضور ﷺ کے اس حکم پر ایمان لاتے!

ہمارے رحمت للعلمین ﷺ کا ایک دلنشین احسان یہ بھی ہے کہ اخوت و قیام امن کی خاطر آپ ﷺ نے ساری انسانیت کو بڑے درد دل کے ساتھ یہ پیغام دیا کہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ ہمیشہ خلوص و ہمدردی کا رشتہ استوار کریں۔ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پڑوسی کے حقوق کی اس قدر تاکید ہے کہ بعض وقت مجھے خیال آتا ہے کہ شاید پڑوسی کو وارث ہی بنا دیا جائیگا۔

جب مکہ فتح ہوا تو آپ ﷺ کے سامنے وہ اشد ترین دشمن لائے گئے جو آپؐ کو اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام کو دردناک اذیتیں دیا کرتے تھے۔ جنگی قوانین کا تقاضا تو یہ تھا کہ ان ظالموں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا جاتا ہے۔ مگر ہمارے رؤف و رحیم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دشمنوں کے حق میں ’’لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ‘‘ کا تاریخ ساز فیصلہ صادر فرمایا۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے آج کا انسان تکنیکی تعلیم کے میدان میں بڑی بڑی ترقیات حاصل کر رہا ہے۔ نئی نئی ایجادات سے ساری دنیا ایک Global Village یعنی ایک عالمگیر شہر بن گئی ہے، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا ہرگز انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کڑوی مگر سچی حقیقت کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آج کا انسان روحانی، اخلاقی اور ہمدردی و اخوت کے اعتبار سے قعر مذلت میں گرتا چلا جارہا ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا ملک، کوئی ایسا سماج نہیں جہاں نسلی و مذہبی فسادات نہ ہوتے ہوں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس منافرت و دشمنی کی کیا وجہ ہے؟ تحقیق کی نظر سے اگر دیکھیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ آج ایک مذہب کا ماننے والا دوسرے مذاہب کے پیشوایان کا احترام نہیں کرتا۔ دنیا کی تاریخ میں بانئ اسلام حضرت خاتم النبیین ﷺ وہ اکیلے رہبر کامل ہیں جنہوں نے قرآن کریم کی روشنی میں ساری دنیا کو یہ تعلیم دی کہ خدا تعالیٰ کی جناب سے جتنے بھی انبیاء کرام مبعوث ہوئے وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے سعید و پاکباز بندے تھے۔ خدا تعالیٰ ان سے ہمکلام ہوتا تھا۔ سو ہر فرد بشر کیلئے یہ لازمی ہے کہ وہ ان جملہ مرسلین کا نہ صرف احترام کرے بلکہ صدق دل سے ان پر ایمان لائے۔ یہی ایک واحد ذریعہ ہے جس سے خدا تعالیٰ کی محبت حاصل ہوسکتی ہے۔ اگر آج کا ہر انسان ہمارے انسان کامل ﷺ کی اس تعلیم کو قبول کرے تو یہ ساری دنیا امن کا گہوارا بن سکتی ہے۔ انشاء اللہ۔

سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں جن کی پیروی سے خدائے تعالیٰ ملتا ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ، صفحہ 535، حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

نیز فرمایا: ’’وہی رسول جس نے وحشیوں کو انسان بنایا اور انسان سے با اخلاق انسان یعنی سچے اور واقعی اخلاق کے مرکز اعتدال پر قائم کیا اور پھر با اخلاق انسان سے باخدا ہونے کے الٰہی رنگ سے رنگین کیا وہی رسول ہاں وہی آفتاب صداقت جس کے قدموں پر ہزاروں مُردے شرک اور دہریت اور فسق اور فجور کے جی اٹھے۔‘‘ (تبلیغ رسالت، جلد ششم، صفحہ 9)

ہمارے سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر میدان منیٰ میں جو زندگی نواز خطبہ ارشاد فرمایا اس کا ایک ایک لفظ امت محمدیہ کی بقا اور غلبہ اسلام کا ضامن ہے۔ آج ساری دنیا میں جماعت احمدیہ وہ اکیلی مسلم جماعت ہے جو خلافت حقہ کی مکمل اقتدا میں آپ ﷺ کے احسانات کو پھیلا رہی ہے۔

ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد عربی ﷺ کے مبارک احسانات سے متاثر ہو کر **میسور یونیورسٹی انڈیا کے پروفیسر کے.ایس راما کرشنا راؤ اپنی کتاب**

Muhammad
The Prophet of Islam

میں تحریر کرتے ہیں کہ:

There is Muhammad
the buisnessman
(یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک مثالی تاجر)
Muhammad the statesman
(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم مدبر)
Muhammad the orator
(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم قادر الکلام مقرر)
Muhammad the reformer
(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک مصلح اعظم)
Muhammad
the refuge of orphans
(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یتیموں کا والی)
Muhammad
the protector of slaves
(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم غلاموں کے حقوق کے محافظ)
Muhammad
the emancipator of women
(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حقوق نسواں کے علمبردار)
Muhammad the judge
(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم الشان منصف)
Muhammad the saint
(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کا سردار)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر صدق دل سے عمل کرنے اور آپ ﷺ کے احسانات کو ساری دنیا میں پھیلانے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

......☆......☆......☆......

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اِک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیرالوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اِک قمر ہے
اُس پر ہر اک نظر ہے بدرالدّجیٰ یہی ہے
پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اُتارے
مَیں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے
پَردے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے
دِل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے
وہ یارِ لامکانی وہ دلبرِ نہانی
دیکھا ہے ہم نے اُس سے بس رہنما یہی ہے
وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیّب و امیں ہے اُس کی ثنا یہی ہے
اُس نُور پر فدا ہوں اُس کا ہی مَیں ہوا ہوں
وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے
سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تُو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

❀❀❀

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عشق الٰہی کے آئینہ میں

نیاز احمد نائک (استاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک فارسی شعر میں فرماتے ہیں:

سرور خاصانِ حق شاہِ گروہِ عاشقاں
آنکہ روحش کرد طے ہر منزل وصل نگار
(درثمین فارسی)

یعنی وہ خدا تعالیٰ کے خاص بندوں کا سردار اور عاشقانِ الٰہی کے گروہ کا بادشاہ ہے جسکی روح نے محبوب کے وصل کے ہر درجہ کو طے کرلیا ہے۔

انسان کی سرشت میں محبت الٰہی کا جذبہ مالک حقیقی نے ودیعت کیا ہوا ہے۔اسلئے ہر سلیم الطبع انسان اس یارِ ازل کی طرف دیوانہ وار دوڑتا ہے اور اس حسن ازل کیلئے اس کی روح تڑپتی اور بیقرار ہوتی ہے۔حضرت مسیح موعودؑ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

ان عشاق الٰہی میں عشق الٰہی کی سوزش سب سے زیادہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے قلب اطہر میں موجزن تھی۔جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ”اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی“ (حقیقۃ الوحی، صفحہ 115 تا 116) آپ ﷺ اسلئے انسان کامل کہلائے کیونکہ آپ محبت الٰہی اور ہمدردی علیٰ خلق اللہ کے کامل مظہر تھے اور انسان انہی دو محبتوں کا مرکب ہے۔

آپ ﷺ ایسے دور میں مبعوث ہوئے جب شرک اور بت پرستی کا دور دورہ تھا۔بتوں نے حق کی جگہ لے رکھی تھی۔شرک کی اس ظلمت و ضلالت میں توحید ناپید ہو چکی تھی۔ایسے میں محبت الٰہی کی آگ میں مست اور سرشار موحد اعظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوئے۔زمانہ طفولیت سے ہی آپ خدائے واحد و یگانہ کی طرف مائل اور بتوں سے بیزار نظر آتے ہیں۔آپکے چچا اور آپکی پھوپھیاں کہتیں کہ بتوں سے آپ ﷺ کی بیزاری کے باعث ہمیں آپ کے بارے میں ڈر ہی رہتا ہے۔عین جوانی کے عالم میں عشق الٰہی میں ازخود رفتہ ہوکر آپؐ مکہ کے شور و غوغا سے دور حرا نامی ایک غار میں خدا کے حضور کئی کئی دن حاضر ہوتے۔اس غار کی تاریکی، تپش و تمازت نے محبت الٰہی کی آگ کو مزید افروختہ کیا۔چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”میں دیکھتا ہوں کہ گرمیوں کو بھی روحانی ترقی کے ساتھ خاص مناسبت ہے۔آنحضرت ﷺ کو دیکھو کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مکہ جیسے شہر میں پیدا کیا اور پھر آپؐ ان گرمیوں میں تنہا غار حرا میں جاکر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے۔وہ کیسا عجیب زمانہ ہوگا۔آپ ہی ایک پانی کا مشکیزہ اٹھا کر لے جایا کرتے ہونگے۔
(الحکم، 10/اگست 1905)

الغرض یہ جگہ آپؐ کی بیقرار روح کیلئے سامان تسکین اور درد دل کیلئے درماں تھی۔یہی وہ جگہ تھی جہاں آپ پر محبوب ازلی کے پیامبر حضرت جبرائیل نازل ہوئے۔جنہوں نے اِقْرَأْ یعنی پڑھنے کو کہا لیکن آپ نے توقف و تامل فرمایا۔مگر جب کہا گیا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ یعنی اپنے اس پیدا کرنے والے پروردگار کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا تو بے اختیار آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوگئے کیونکہ آپ تو پہلے ہی اپنے خالق و مالک پر فدا تھے۔

نبوت کے خلعت سے سرفراز ہونے کے بعد آپؐ کے محبت الٰہی کے نظاروں میں بے پناہ اضافہ ہوگیا۔ان نظاروں کو دیکھ کر ہی مکہ کے لوگ کہا کرتے تھے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ کہ محمد تو اپنے رب پر عاشق ہو گیا ہے۔اور اس میں کیا شک ہے کہ آپ اپنے رب کے سچے عاشق تھے۔آپ خود بھی عشق الٰہی میں مخمور تھے اور دوسروں کو بھی عشق الٰہی کا جام پلانا چاہتے تھے۔لیکن عرب کے لوگ ان بتوں کی دہلیزوں پر دھونی رمائے بیٹھے تھے جو نہ ان کو نفع پہنچا سکتے تھے اور نہ نقصان۔جو نہ حسن رکھتے تھے اور نہ احسان جبکہ حسن و احسان ہی گرویدہ بنالیتا اور من موہ لیتا ہے۔وہ حیرت و تعجب سے پوچھتے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ (سورۃ ص:4) کیا کئی خداؤں کے مقابل پر وہ ایک خدا کو پیش کرتا ہے یہ تو یقیناً ایک عجیب سی بات ہے۔

لیکن عشاق الٰہی کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا کیا ہی دلنشین جواب ہوتا تھا۔ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورۃ یوسف:40)

ہیچ کس از خبثِ شرک و رجسِ بُت آگہ نہ شُد
ایں خبر شُد جانِ احمد را کہ بود از عشق نار

یعنی کوئی شخص بھی شرک کی برائی اور بتوں کی گندگی سے آگاہ نہ ہوا۔اس کا علم صرف احمد ﷺ کو تھا جو عشق الٰہی سے چور تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ”اس مقدس نبی کے وعظ اور تعلیم نے ہزاروں مردوں میں توحید کی روح پھونک دی اور دنیا سے کوچ نہ کیا جب تک ہزاروں انسانوں کو موحد نہ بنالیا۔وہ خدا ماننے کیلئے پیش کیا جس کو قانون قدرت پیش کر رہا ہے۔زہد اور تقویٰ اور عبادت اور محبت الٰہی کی نصیحت کی اور ہزار ہا آسمانی نشان دکھلائے جواب تک ظہور میں آرہے ہیں۔“
(کتاب البریہ، روحانی خزائن، جلد13، صفحہ 154)

آپ ﷺ محبت الٰہی کی دعا کرتے اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّكَ۔اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں۔ایسے اعمال سرزد ہونے کی دعا کرتے جو محبت الٰہی کے حصول پر منتج ہوتی اور دعا کرتے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَ مَالِیْ وَ اَهْلِیْ وَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ۔اے اللہ اپنی محبت میرے دل میں ڈال دے جو میری اپنی ذات، میرے مال، میرے اہل اور ٹھنڈے پانی سے بھی مجھے زیادہ محبوب ہو۔

جس سے محبت ہو اسکی ہر چیز سے بھی پیار ہو جاتا ہے، جب سال کی پہلی بارش ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اسے اپنی زبان پر لیتے اور فرماتے ہمارے رب سے یہ تازہ نعمت آئی ہے اور سب سے زیادہ برکت والی ہے۔

آپ ﷺ فرماتے تھے جُعِلَتْ قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوةِ کہ نماز میں میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔اس قرۃ العین عبادت کا آغاز آپ اس دعا سے کرتے اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (سورۃ الانعام:80)

میں نے موحد ہوکر اپنی تمام توجہ اس ذات کی طرف پھیر دی جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔آپؐ کی نماز اپنے محبوب کے دربار میں حاضری دینے کا ذریعہ اور دیدار الٰہی سے مشرف ہونے کا وسیلہ تھی اور نماز میں آپؐ کے عشق اور محویت کا یہ عالم تھا کہ پاؤں متورم ہوجاتے پر انقطاع اور انابت الی اللہ میں مشغول و مصروف رہتے۔اپنے رب کی عبادت کو ہر دوسری چیز سے زیادہ پیاری رکھتے۔آپؐ کے پاس بیک وقت نو بیویاں رہیں۔اپنی عزیز ترین بیوی حضرت عائشہؓ کے ہاں آپؐ کی باری نویں دن آتی تھی۔ایک دفعہ موسم سرما کی سرد رات کو انکے لحاف میں داخل ہوجانے کے بعد ان سے فرمانے لگے کہ عائشہ! اگر اجازت دو تو آج رات میں اپنے رب کی عبادت میں گزار لوں۔انہوں نے بخوشی اجازت دے دی اور آپؐ نے وہ ساری رات عبادت میں بسر کی اور روتے روتے سجدہ گاہ تر کردی۔

کیا مبارک آنکھ جو تیرے لئے ہو اشکبار

راتوں کی عبادت کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے بجا طور پر آپ کی یہ تعریف کی ہے کہ یَبِیْتُ یُجَافِیْ جَنْبَهٗ عَنْ فِرَاشِهٖ اِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِیْنَ الْمَضَاجِعُ کہ آپ اس وقت بستر سے الگ ہوکر رات گزار دیتے ہیں جب مشرکوں پر بستر کو چھوڑنا نیند کی وجہ سے بہت بوجھل ہوتا ہے۔ (بخاری)

اظہار عشق، عشق کا لازمی نتیجہ ہوا کرتا ہے۔محبوب سے عشق کا اظہار اور اس کے تئیں غیرت کا مظاہرہ کرنا ایک ناگزیر امر ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کیا خوب فرماتے ہیں:

آگ ہوگی تو دھواں اس سے اٹھے گا محمود
غیر ممکن ہے، کہ ہو عشق، یہ اعلان نہ ہو

حضرت نبی کریم ﷺ خدا تعالیٰ سے محبت کے اظہار کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔پُرخطر مواقع پر بھی خدا تعالیٰ

کی احدیت اور اسکے تئیں اپنی غیرت کا اظہار فرمایا کرتے ہیں۔غزوہ احد میں کفار نے اس خیال سے کہ آپ ﷺ نعوذ باللہ قتل ہو گئے ہیں،ھبل بت کا نعرہ بلند کرتے ہوئے کہا اعل ھبل یعنی ھبل بت کی جے ہو۔اس سے پہلے آپ ﷺ نے مصلحتاً خاموش رہنے کا حکم دیا تھا لیکن جب ھبل بت کا نعرہ بلند ہوا تو آپ نے وفورِ محبت سے صحابہ سے فرمایا کہ خاموش کیوں ہو؟ جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا جواب دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہو اللہ اعلی واجل یعنی اللہ سب سے بلند اور بالا ہے۔کفار مکہ نے جب یہ جواب سنا تو،عزی نامی بت جو کہ عرب میں بتوں کا سردار سمجھا جاتا تھا،کی جھوٹی شان بلند کرتے ہوئے کہا لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کہو کہ اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ۔ہمارا کارساز اللہ ہے اور تمہارا کوئی کارساز نہیں۔

یہ وقت نہایت ہی پر خطر تھا۔فتح شکست میں تبدیل ہو چکی تھی اور 70 مسلمان شہید ہو چکے تھے خود آپ بھی زخمی تھے اور ایک مٹھی بھر جماعت کے ساتھ پناہ گزیں تھے۔ان حالات میں بھی جب عشق حقیقی کے اظہار کا وقت آیا تو آپ نے کوئی توقف نہیں فرمایا۔

اسی طرح غزوہ حنین میں آپ ﷺ بلا خوف وخطر تیروں کی بوچھاڑ کے سامنے خچر پر سوار ہو کر مسلسل آگے بڑھتے ہوئے باآواز بلند یہ فرمارہے تھے کہ:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ
اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں نبی ہوں۔جھوٹا نہیں ہوں۔میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔آپ کا تن تنہا ایک لشکر کے تیروں کی بوچھاڑ کا سامنا کرتے ہوئے دیوانہ وار آگے بڑھنا محبوب حقیقی کیلئے جان نچھاور کرنے کا بہترین نمونہ پیش کرتا ہے۔حضرت مسیح موعودؑ کا یہ فارسی شعر اس کیفیت کی بخوبی عکاسی کرتا ہے:

تیغ گر بارد بکوئے آں نگار
آں منم کہ اول کُند جاں را نثار

یعنی اگر اس محبوب کے کوچہ میں تلوار چلے تو میں سب سے پہلا شخص ہونگا جو اپنی جان نثار کروں گا۔

عشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگل پرخطر
عشق ہے جو سر جھکادے زیر تیغ آبدار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:''آنحضرت ﷺ اعلیٰ درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کے لئے جان باز اور خلقت کے بیم و امید سے بالکل منہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے تھے کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پرواہ نہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی۔اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اٹھانا ہوگا۔بلکہ تمام شدتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولیٰ کا حکم بجالائے اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی۔اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔''(براہین احمدیہ،حصہ دوم،روحانی خزائن،جلد 1 صفحہ 111)

آنحضور ﷺ نے محبت الٰہی کی خاطر سب کچھ نہایت ہی بشاشت اور طمانیت کے ساتھ برداشت کیا۔ایک سفر میں آپ پیدل جا رہے تھے۔پتھر کی ٹھوکر سے ایک انگلی زخمی ہو گئی آپ نے انگلی کو مخاطب کر کے یہ شعر کہا

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیْتِ
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَا لَقِیْتِ

یعنی تو ایک انگلی ہی تو ہے جو خون آلود ہوئی ہے اور خدا کی راہ میں یہ تکلیف اٹھائی ہے۔

خانہ کعبہ خدائے واحد ویگانہ کی طرف منسوب ہونے والا گھر ہے۔جہاں کا چپہ چپہ خدا کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔یہ وہ گھر ہے جو جذبہ محبت کی تسکین کے سامان کرتا ہے۔دعویٰ نبوت کے بعد آنحضرت ﷺ کو یہاں عبادت بجالانے سے منع کیا گیا اور طرح طرح کی تکالیف آپ کو دی گئیں۔ایک دفعہ ایک بدبخت نے ایک دن حضور صلی اللہ علیہ السلام کے گلے میں پٹکا ڈال کر مروڑنا شروع کیا اور گردن دبوچنے لگا۔دم گھٹنے کو تھا کہ حضرت ابوبکرؓ نے اسے دھکا دے کر ہٹایا اور کہا ''کیا تم ایک شخص کو اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے۔'' مگر آپ پھر بھی چاشت کی نماز علی الاعلان کعبہ میں ہی ادا کرتے۔آپ ﷺ کی دلی تمنا تھی کہ بیت اللہ ہی عبادت کے لئے قبلہ مقرر ہو۔یہ تمنا بھی محبت الٰہی کی وجہ سے تھی۔لیکن مکہ سے مدینہ ہجرت کی وجہ سے آپ ﷺ 6، 7 سال تک خانہ کعبہ کی زیارت نہ کر سکے۔پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ وحی نازل کی کہ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ (سورۃ الفتح:28) کہ تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہوگے۔اس خبر میں وقت کا تعین نہیں تھا۔لیکن آپ ﷺ خدائی پیشگوئی کی جلد تکمیل کیلئے اور اپنے محبوب حقیقی کے آستانہ کے دیدار کیلئے نکل پڑے۔راستے میں حدیبیہ نامی مقام پر کفار نے روک دیا۔یہ گھڑی آپ اور آپ کے صحابہ کے لئے نہایت ہی تکلیف دہ تھی۔لیکن آپ کی تمام تر توجہات اور مساعی کا محور و مرکز مکہ کی فتح تھی اسلئے تین سال کے اندر اندر ہی آپ ﷺ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے اور محبوب ازلی کے گھر خانہ کعبہ میں موجود بتوں کو گرادیا۔آپ اس وقت بڑے جلال کے ساتھ یہ آیت کریمہ تلاوت کر رہے تھے جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (الاسراء:82) کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے والا ہی ہے۔یہ دن محمد مصطفیٰ ﷺ کی مرادوں اور تمناؤں کے پورا ہونے کا دن تھا۔اس روز رسولِ خدا کو زندگی کی سب سے بڑی خوشی پہنچی کہ آپ کو وصل الٰہی کی سب سے مقدس ترین جگہ مل گئی۔وہ جگہ ملی جس کو محبوب حقیقی نے اپنے آستانہ کا نمونہ ٹھہرایا تھا۔اس کیفیت میں جب رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے پاس تشریف لائے اور حجر اسود کا بوسہ لیا تو فورِ جذبات سے آپ نے باآواز بلند اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔صحابہ نے بھی جواب میں اللہ اکبر،اللہ اکبر کے نعرے لگائے اور اس زور سے لگائے کہ سرزمین مکہ نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھی۔مگر نعرے تھے کہ تھمنے کا نام نہ لیتے تھے۔تب رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے صحابہ کو خاموش کرایا۔اس روز رسول اللہ ﷺ نے اپنی فتح کا کوئی نقارہ نہیں بجایا۔ہاں! اللہ کی عظمت و جلال کے شادیانے بجائے گئے اور فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَعَزَّ جُنْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس نے اپنے لشکر کی عزت افزائی کی اور اپنے بندے کی مدد کی اور اپنا وعدہ پورا فرمایا۔تنہا اسی نے تمام لشکروں کو پسپا کر دیا۔

حضرت نبی کریم ﷺ کو خدا تعالیٰ سے جو بے پناہ عشق تھا اسکی تصدیق خدا نے اپنے قول و فعل دونوں سے کردی۔اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات سے قبل ہی آپ کا نام اپنے ساتھ عرش میں لکھ دیا تھا۔پھر آپ کیلئے ہی تمام عالم وافلاک کو پیدا کیا۔آپ کو تخلیق آدم سے پہلے ہی خاتم النبیین کے مقام عالی پر فائز فرمادیا تھا۔آپ ﷺ کو مقام شفاعت عطا کیا۔معراج کی رات آپ وصل الٰہی کے انتہائی مقام پر پہنچ گئے جہاں سے آگے جانے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بھی اپنی بے بسی کا اظہار کیا۔کلمہ طیبہ میں اقرار توحید کے ساتھ آپ کی رسالت کو بھی جگہ دی گئی۔یہ گواہی قرآن پاک میں جابجا پائی جاتی ہے کہ آپ ﷺ کا ہر کام لوجہ اللہ ہوا کرتا تھا۔سورۃ الانعام آیت ۱۶۳، ۱۶۴ میں فرمایا قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔اے نبی تو کہہ دے میری نماز،میری قربانیاں،میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔عاشق کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ کام

حدیث نبوی ﷺ

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: جمعہ کے دن اللہ کے گھر کے ہر دروازے پر فرشتے ہوتے ہیں۔ وہ خدا کے گھر میں پہلے آنے والوں کو پہلے لکھتے ہیں اور آنے والوں کی فہرست ترتیب وار تیار کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب امام خطبہ شروع کرتا ہے تو وہ اپنا رجسٹر بند کر دیتے ہیں اور ذکر الٰہی سنتے ہیں۔ (صحیح بخاری کتاب الجمعہ باب الاستماع حدیث نمبر:877)

حدیث نبوی ﷺ

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم دیکھو کہ اللہ کا خلیفہ زمین پر موجود ہے تو اس سے وابستہ ہو جاؤ۔ اگرچہ تمہارا بدن تار تار کردیا جائے اور تمہارا مال لُوٹ لیا جائے۔ (مسند احمد بن حنبل۔ حدیث نمبر 22333)

کرے جس سے اس کا معشوق خوش ہو۔آپ ﷺ ہمیشہ ہر کام خدا کی خوشنودی اور رضا جوئی کیلئے کرتے تھے۔رضوان من اللہ اکبر کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے۔عشق الٰہی ہی آپ کا بہشت اور ہر طرح کی بشاشت وطمانیت کا باعث تھا۔عدو جب بغض وعناد میں بڑھتا تو آپؐ یار نہاں میں نہاں ہوجاتے۔آنحضرت ﷺ کی زندگی میں پانچ ایسے خطرناک مواقع آئے کہ اگر خدا آپؐ کی حفاظت نہ کرتا تو آپؐ کسی طرح بچ نہیں سکتے تھے۔

خدا تعالیٰ سے آپؐ کی محبت اس کمال کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسکی ستائش کرتے ہوئے فرمایا کہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آل عمران:32) یعنی آپ محبت الٰہی کے ایسے بلند وبالا اور عظیم الشان مقام پر فائز ہیں کہ آئندہ جو بھی محبت الٰہی کے حصول کی کوشش کریگا اس کو آپکے وسیلہ سے پائے گا۔یہ آپ ﷺ کی محبت الٰہی کیلئے زبردست خراج تحسین ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَاللّٰہِ اِنَّ مُحَمَّدًا کَرِدَافَۃٍ
وَبِہِ الْوُصُوْلُ بِسُدَّۃِ السُّلْطَانٖ

اللہ تعالیٰ کی قسم محمد رسول اللہ ﷺ دربار خداوندی کے سب سے اعلیٰ افسر ہیں اور آپؐ کے ہی ذریعہ سے دربار سلطانی میں رسائی ہوسکتی ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کی عشق الٰہی کی کیفیت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب توضیح مرام کے صفحہ ۴۵،۴۶ میں نہایت ہی عارفانہ رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ خلاصۃً اسے پیش کیا جاتا ہے: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ روحانی اعتبار سے محبت وقرب کے تین درجات ہیں۔

پہلا یا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ محبت الٰہی کی آگ انسانی دل پر پڑ کر اس کو گرم کرتی ہے مگر اس کے نتیجہ میں چمک پیدا نہیں ہوتی ہے۔اس درجہ کی محبت پر جب خدا تعالیٰ کی محبت کا شعلہ واقع ہو تو اس شعلہ سے جس قدر روح میں گرمی پیدا ہوتی ہے اسکو سکینت و اطمینان اور کبھی فرشتہ وملک کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

دوسرا درجہ محبت کا وہ ہے جس میں دونوں محبتوں کے ملنے سے محبت الٰہی کی آگ انسان کے دل پر پڑ کر اسکو اسقدر گرم کرتی ہے کہ اس میں آگ کی صورت پر ایک چمک پیدا ہوجاتی ہے لیکن اس چمک میں کسی قسم کا اشتعال نہیں ہوتا۔صرف ایک چمک ہوتی ہے جس کو روح القدس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

تیسرا درجہ محبت کا وہ ہے جس میں ایک نہایت افروختہ شعلہ محبت الٰہی کا انسانی محبت کے مستعد دل پر پڑ کر اس کو افروختہ کرتا ہے۔اس میں نہ صرف ایک چمک پیدا ہوتی ہے بلکہ انسان کا پورا وجود بھڑک اٹھتا ہے۔اس کے شعلے ارد گرد کو روز روشن کی طرح روشن کردیتے ہیں اور کسی قسم کی تاریکی باقی نہیں رہتی اور پورے طور پر اور تمام صفات کاملہ کے ساتھ وہ سارا وجود آگ ہی آگ ہو جاتا ہے اور یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہوجاتی ہے اس کو روح امین کے نام سے بولتے ہیں کیونکہ ہر ایک تاریکی سے امن بخشتی ہے اور ہر ایک غبار سے خالی ہے اور اس کا نام شدید القویٰ بھی ہے کیونکہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقت وحی سے ہے ...... اس کا نام ذوالافق الاعلیٰ بھی ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی کے انتہائی درجہ کی تجلی ہے۔ اور اس کو رأی ما رأی کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے کیونکہ اس کیفیت کا اندازہ تمام مخلوقات کے قیاس اور وہم سے باہر ہے اور یہ کیفیت صرف دنیا میں ایک ہی انسان کو ملی ہے جو انسان کامل ہے جس پر تمام سلسلہ انسانیہ کا خاتمہ ہے۔

اس محبت تامہ کا قرآن کریم میں جابجا ذکر ملتا ہے۔جیسا کہ فرمایا: يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (الفتح:11) اللہ کا ہاتھ ہے جو اُن کے ہاتھ پر ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَاۗءً حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (الانفال:18) اور (اے محمد!) جب تو نے (ان کی طرف کنکر) پھینکے تو تُو نے نہیں پھینکے بلکہ اللہ ہے جس نے پھینکے اور یہ اس لئے ہوا کہ وہ اپنی طرف سے مومنوں کو ایک اچھی آزمائش میں مبتلا کرے۔یقیناً اللہ بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (النجم:9،10) پھر وہ نزدیک ہوا۔ پھر وہ نیچے اُتر آیا۔پس وہ دو قوسوں کے وَتر کی طرح ہو گیا یا اس سے بھی قریب تر۔

زاں نمط شُد محو دلبر کز کمالِ اتحاد
پیکر او شُد سراسر صورت رب رحیم

یعنی آپ ﷺ اپنے محبوب میں اس طرح محو ہوگئے کہ کمال اتحاد کی وجہ سے آپ کا وجود بالکل رب رحیم کی صورت بن گیا۔

آپ ﷺ نہ صرف خود محبت الٰہی میں سرشار تھے بلکہ اپنے صحابہ کے اندر بھی یہ جوت روشن کیا اور تمام صحابہ اس کی بدولت آسمان ہدایت کے چمکتے ہوئے ستارے بن گئے۔اور ابد الآباد کیلئے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کے مایہ ناز خطاب کے مورد ٹھہرائے گئے اور ہنوز یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔اس دور میں آپ ﷺ کے عشق الٰہی کی راہوں پر قدم مارتے ہوئے حضرت مسیح موعود محبوبان الٰہی کی صف میں شامل ہوئے۔اس عاشق الٰہی نے کیا خوب فرمایا:

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار

اور حسن احسان میں آپؐ کے نظیر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ محبت الٰہی میں کچھ یوں گویا ہوئے:

موسیٰ کے ساتھ تیری رہیں لن ترانیاں
زنہار میں نہ مانوں گا چہرہ دکھا مجھے
ڈوبا ہوں بحر عشق الٰہی میں شاد میں
کیا دے گی خاک فائدہ آبِ بقا مجھے

الغرض آپ ﷺ نے تمام عمر انتہائی درجہ پر خدا سے پیار کیا۔اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کے قیام میں ہمیشہ کوشاں اور سرگرداں رہے۔آخری بیماری میں کسی بیوی نے حبشہ کے ایک گرجے کا ذکر کیا جو ماریہ (یعنی حضرت مریم) کے نام سے موسوم تھا۔آپ اپنی بیماری کی تکلیف دہ حالت میں بھی خاموش نہ رہ سکے جوش الفت الٰہی اور غیرت توحید میں اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاۗئِهِمْ مَسَاجِدًا۔یعنی برا ہو ان یہودیوں اور عیسائیوں کا جنہوں نے اپنے نبیوں اور بزرگوں کے مزاروں کو معابد بنا لیا۔گویا بالفاظ دیگر اپنی وفات کو قریب جانتے ہوئے آپ ﷺ بیویوں کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ دیکھو میرے بعد توحید پر قائم رہنا اور میری قبر پر سجدہ نہ ہونے دینا اور آپ یہ دعا بھی کیا کرتے تھے کہ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا۔

اے اللہ میری قبر کو بت پرستی کی جگہ نہ بنانا۔چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا آج اس موحد اعظم کی قبر شرک کی تمام آلائشوں سے پاک اور مبرا ہے۔آپ ﷺ کو آخر میں اختیار دیا گیا کہ آپؐ چاہے تو دنیا میں اور رک سکتے ہیں چاہے تو اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو جائیں آپ نے اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہونے کو ترجیح دی۔اس لازوال زندگی کو ترجیح دی جس میں آپ ﷺ خدا سے بالمشافہ ملیں گے اور درمیان میں کوئی پردہ حائل نہیں ہوگا۔ اِلَى الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى کہتے ہوئے آپ اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گئے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی محبت اور قرب کی راہیں نصیب کرے اور عشق الٰہی کے لبالب جام نوش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

......☆......☆......☆......

ارشاد حضرت امیر المومنین

”ہم احمدیوں نے ہی دنیا کو اسلام کی خوبصورت تعلیم سے آگاہ کرنا ہے اور اس کیلئے سب سے ضروری چیز اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3رفروری 2017)

ارشاد حضرت امیر المومنین

”ہماری عبادتوں کی ترقی ہی ہمیں کامیابیاں دلانے والی ہے۔پس یہ بہت اہم چیز ہے۔تمام نظام کو اس بارے میں بہت سنجیدہ ہونے کی ضرورت ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 27رجنوری 2017)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلیٰ وارفع مقام

زبیر احمد طاہر (مہتمم مقامی مجلس خدام الاحمدیہ بھارت)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا (سورۃ الاحزاب: 57) یقیناً اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے نبی کریم ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

آؤ درود پڑھ کر کریں اس نبی کی بات
ہے جس کی ذات باعثِ تخلیق کائنات
جس کی رضا سے چھٹ گئیں تاریکیاں تمام
روئے زمیں پہ چھا گئیں جس کی تجلیات

یوں تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو مقام و مرتبہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا فرمایا وہ کسی کو عطا نہیں کیا۔ سیدنا و مولانا سید المطہرین، شفیع المذنبین، خاتم النبیین سرور کائنات، فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کا وجود ایسا شجرۂ طیبہ ہے جس کی شاخیں آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی ہیں اور جڑیں فطرت انسانی کی پاتال میں پیوست ہیں آپ ﷺ کا مقام و مرتبہ اس بات سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کی پیروی کو اپنی پیروی قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کی محبت کو اپنی محبت قرار دیا ہے اور فرشتوں کو بھی آپ ﷺ پر درود بھیجنے کیلئے مامور کیا ہوا ہے۔

آپؐ تمام انبیاء کے سرتاج اور تمام مقدسوں اور مطہروں کا فخر ہیں۔ آپؐ اس کائنات عالم کی علت غائی ہیں جیسا کہ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے محمد ﷺ اگر میں نے تجھے پیدا نہ کرنا ہوتا تو میں یہ کائنات نہ بناتا۔''

آپؐ کا وجود دنیا جہان کے لئے رحمت اور نجات کا پیغام بنایا گیا اور آپؐ کی رسالت کا دائرہ زمان و مکان کی قید سے بالاتر رکھا گیا۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں ایک ایسے بلند مرتبہ پر فائز ہیں کہ جس کا کامل ادراک اور بیان انسانی استعداد سے باہر ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اسکے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد22، صفحہ 118)

آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ وارفع مقام کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ خدا اور بنی نوع انسان کے درمیان واسطہ اور شفیع ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی اس آیت میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ محبت و قرب الٰہی سے فیضیاب ہونے کے بعد بنی نوع انسان کو اس الٰہی فیضان سے مشرف کرنے کیلئے نیچے آئے اور اپنے افاضۂ کمال روحانی میں وہ مقام حاصل کیا کہ اتصال و اتحاد تام کے دنیاوی پیمانوں سے بہت بالا ایک ایسے منصب پر فائز ہوگئے جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

اس علوّ مرتبت کا ایک پہلو یہ ہیکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو خاتم النبیین قرار دیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کی ذات میں دو قسم کے کمالات اپنی پوری شان کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔ ایک طرف تو آپؐ کل انبیاء کے متفرق کمالات کے جامع ہیں، وہ کمالات جو انبیاء کرام میں متفرق طور پر اور محدود شکل میں پائے جاتے تھے وہ آنحضرت ﷺ میں یکجائی طور پر اور کامل صورت میں نظر آئے۔ اور دوسرا عظیم الشان کمال یہ ہے کہ آپؐ صرف خود ہی عظیم اور کامل نہیں بلکہ اپنی فیض رسانی میں وہ تاثیر قدسی رکھتے ہیں کہ آپؐ کے دم سے قیامت تک عظیم ترین روحانی کمالات کا حصول ممکن ہوگیا ہے۔ یہ دو طرفہ عظمت و شوکت آپ ﷺ کا ایک ایسا منفرد اعزاز ہے جس میں کوئی دوسرا نبی آپؐ کا شریک نہیں۔

پس جہاں اللہ تعالیٰ نے قرآنی آیت دَنٰی فَتَدَلّٰی میں اپنے اور آنحضور ﷺ کی قربت کا ذکر دو قوسوں سے کیا وہاں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو یہ بھی بتا دیا کہ اگر تم لوگ مجھ کو حاصل کرنا چاہتے ہو، اگر یہ چاہتے ہو کہ میں تم سے محبت کروں تو تم پر لازم ہے کہ تم آنحضور ﷺ سے محبت کرو۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو آنحضور ﷺ کی محبت سے مشروط کر کے اس نبی افضل کے اعلیٰ مقام پر مہر لگا دی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (آل عمران: 32) یعنی تو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو تم میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بلکہ تمام دنیا کو آنحضرت ﷺ کے ذریعہ یہ پیغام پہنچا دیا کہ اب تمام گزشتہ اور آئندہ نمونے ختم ہوگئے ہیں۔ اب اگر کوئی پیروی کے قابل نمونہ ہے تو آنحضرت ﷺ کا نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آنحضور ﷺ کے اعلیٰ و ارفع مقام کو بتاتے ہوئے یہی فرماتا ہیکہ جب تم آنحضرت ﷺ کی پیروی کروگے تو پھر ہی میں تمہارے گناہ بھی بخشوں گا اور تمہارے سے محبت کا سلوک بھی کروں گا اور تمہاری دینی و دنیاوی بھلائیوں کے سامان بھی کروں گا۔ تو گویا کہ اب اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے تمام راستے بند ہوگئے ہیں اور اگر کوئی راستہ کھلا ہے تو آنحضرت ﷺ کی کامل اتباع کرکے آپ ﷺ کی پیچھے چل کر ہی خدا تعالیٰ تک پہنچا جا سکتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے اپنی محبت حاصل کرنے کی شرط یہی رکھ دی ہیکہ اگر تم اس نبی ﷺ کی وساطت سے آؤ گے تو میں تم سے محبت کروں گا، تمہارے لئے دنیا میں بھی راحت کا سامان میسر کروں گا اور آخرت میں بھی تمہارے لئے راحت و آرام کے سامان میسر کروں گا۔

یہ الٰہی وعدہ، جب سے بنی نوع انسان کی تخلیق ہوئی تب سے لیکر بعثت آنحضور ﷺ تک کسی نبی کو نہیں ملا۔ آپ ﷺ سے پہلے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء گزر گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ مقام و مرتبہ کسی نبی کو نہیں عطا فرمایا۔ اور اب قیامت تک اگر کسی بھی انسان نے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنی ہو تو اس کے لئے یہ لازم ہیکہ وہ آنحضور ﷺ کی کامل اتباع و پیروی کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراط مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی ﷺ کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ راہ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتداء اس امام الرسلؐ کے حاصل ہوسکیں۔ کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی ﷺ کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔''

(ازالہ اوہام، حصہ اوّل، صفحہ 138)

نیز آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: 'اللہ تعالیٰ نے اپنا کسی کے ساتھ پیار کرنا اس بات سے مشروط کیا ہے کہ ایسا شخص آنحضرت ﷺ کی پیروی کرے۔ چنانچہ میرا یہ ذاتی تجربہ ہیکہ آنحضرت ﷺ کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپؐ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے۔'' (حقیقۃ الوحی، صفحہ 65)

نیز حضورؑ نے فرمایا: ''سبحان اللہ اس سرور کائناتؐ کے حضرت احدیت میں کیا ہی اعلیٰ مراتب ہیں اور کس قسم کا قرب ہے کہ اس کا محب خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کا خادم ایک دنیا کا مخدوم بن جاتا ہے۔''

(براہین احمدیہ، حصہ چہارم)

ان اقتباسات سے واضح ہو جاتا ہے کہ ماموزمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو حکم و عدل بن کر آئے ہیں ان کا بھی یہی فرمان ہیکہ اگر حقیقی نجات حاصل کرنا چاہتے ہو، تو لازماً تم کو آنحضور ﷺ کی اتباع کرنی ہوگی۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے خود اپنے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ سے کس طرح محبت کرو۔ ایک روایت میں آتا ہیکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مؤمن نہیں کہلا سکتا جب تک کہ میں اسے اپنے والد اور اولاد سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔''

(بخاری، کتاب الایمان)

آپ ﷺ نے بھی اپنی زبان مبارک سے یہ بات واضح کردی ہیکہ اگر کوئی شخص مؤمن کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنا چاہتا ہے تو بجز اس کے کہ وہ آپ ﷺ کی اس رنگ میں پیروی کرے کہ گویا اس کو اپنے والدین اور اولاد آپ کے سامنے ہیچ لگیں۔ پس یہ وہ مقام و مرتبہ ہے اس خاتم الانبیاء، سید الوریٰ فخر موجودات ﷺ کا، جو بجز آپ ﷺ کے کسی اور کو حاصل نہیں۔

آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ وارفع مقام کا ایک اور درخشندہ پہلو یہ ہیکہ جہاں ایک طرف آپؐ کے فیضان کا دائرہ تمام زمانوں پر پھیلا ہوا ہے اسی طرح دنیا کی کوئی روحانی نعمت اور برکت ایسی نہیں جو آپؐ کی اتباع سے حاصل نہ ہوتی ہو۔ روحانیت کے چار عظیم الشان مراتب ہیں جنکا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے یعنی نبوّت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت۔ یہ چاروں مراتب صرف اور صرف آنحضرت ﷺ کی اطاعت اور اتباع سے حاصل ہوسکتے ہیں اور ہوتے ہیں۔ نبوّت محمدیہ کا یہ کیسا عظیم کمال ہے کہ اس کی برکت سے روحانیت کے سب درجات کا حصول ممکن ہوگیا ہے یہاں تک کہ آپؐ کی اطاعت، پیروی اور غلامی کے طفیل آپؐ کی امت کے افراد روحانیت کے بلند ترین مقام یعنی نبوّت کے مرتبہ کو بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ مقام بجز آنحضرت ﷺ کے کسی اور نبی کو حاصل نہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓـئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ‌ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓـئِكَ رَفِيۡقًا (النساء: 70) یعنی جو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جوان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ یعنی نبیوں میں سے، صدیقوں میں سے، شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے۔ اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں۔

کیا ہی عظیم الشان مقام ہے اور کس قدر دلربا فیضان نبوّت ہے جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روحانیت کے چاروں مراتب حاصل ہوسکتے ہیں لیکن اس کو جو اللہ تعالیٰ کی اور ہمارے اس رسول ﷺ کی اطاعت میں فنا کا مقام حاصل کرنے والا ہوگا۔ گویا روحانیت کا ہر مرتبہ اور کمال آنحضرت ﷺ کی اتباع سے مل سکتا ہے اور روحانیت کا ہر فیضان آپؐ کی غلامی سے وابستہ ہے۔ آنحضرت ﷺ سے قبل کسی نبی کو یہ مقام کمال حاصل نہ ہوا کہ اس کی پیروی سے اس کا متبع اور پیرو کار صدیقیت، شہادت، صالحیت ہی نہیں بلکہ نبوت کے مقام پر بھی سرفراز ہوسکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اللہ جلّشانہ نے آنحضرت ﷺ کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپؐ کو افاضہ کمال کیلئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپؐ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور آپؐ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔'' (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 100)

آنحضور ﷺ کا اعلیٰ و ارفع مقام افاضہ کمال روحانی کا بہت ہی ایمان افروز پہلو ہے۔ ایک طرف تو روحانیت کے سب کمالات محمدیؐ نبوت کے تابع ہیں اور اس نبوت تامہ کی اتباع کاملہ سے ہی روحانیت کا ہر کمال حاصل ہو سکتا ہے۔ اور دوسری طرف سے اس نبوتِ محمدیہ سے جدا ہو کر کچھ بھی حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اس ایک دروازہ کے علاوہ سب دروازے بند اور حصول فیوض کے سب وسائل مسدود نظر آتے ہیں۔ اس تقابل سے ظاہر ہیکہ آنحضرت ﷺ کی ذات فیوض و برکات کا آفتاب اور سرچشمہ ہے۔ جو اس در کا غلام نہیں اور اپنے آپ کو محمدیؐ فیضان کا محتاج یقین نہیں کرتا وہ ادنیٰ سے ادنیٰ خیر سے بھی تا ابد محروم رہے گا۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میرا یہی مذہب ہے کہ جس قدر فیوض اور برکات کوئی شخص حاصل کرسکتا ہے اور جس قدر تقرب الی اللہ پا سکتا ہے وہ صرف صرف آنحضرت ﷺ کی سچی اطاعت اور کامل محبت سے پا سکتا ہے ورنہ نہیں۔ آپؐ کے سوااب کوئی راہ نیکی کی نہیں۔'' (ملفوظات، جلد 4، صفحہ 537، ایڈیشن 2003 قادیان)

نیز فرمایا: ''ہم پر جو اللہ تعالیٰ کے فضل ہیں یہ سب رسول اکرمؐ کے فیض سے ہی ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے الگ ہو کر ہم سچ کہتے ہیں کہ کچھ بھی نہیں اور خاک بھی نہیں آنحضرتؐ کی عزت اور مرتبہ دل میں اور ہر رگ و ریشہ میں ایسا سمایا ہے کہ ان کو اس درجہ سے خبر تک بھی نہیں۔ کوئی ہزار تپیا کرے، جپ کرے ریاضتِ شاقہ اور محنتوں سے مشتِ استخوان ہی کیوں نہ رہ جاوے مگر ہرگز کوئی سچا روحانی فیض بجز آنحضرتؐ کی پیروی اور اتباع کے کبھی میسّر آ سکتا ہی نہیں اور ممکن ہی نہیں۔''

(الحکم 18 مئی 1908، صفحہ 4)

قرآن شریف میں متعدد آیات آپ ﷺ کی فضیلت و اوصاف کریمانہ بیان کرتی ہیں۔ ان میں سے ایک وہ بھی آیت ہے جس میں آپ ﷺ کو تمام بنی نوع انسان کیلئے رول ماڈل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے اُسوہ کو اُسوۃ حسنۃ کے سرٹیفکیٹ سے نوازا گیا ہے اور تمام بنی نوع انسان کو کہا گیا ہے کہ اس نبی کے اسوۃ کو کامل طور پر اختیار کر کے ہی تم دنیا و آخرت میں کامیاب ہوسکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنۡ كَانَ يَرۡجُوا اللّٰهَ وَالۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيۡرًا (سورۃ الاحزاب: 22) یعنی یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے۔ ہر اس شخص کیلئے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کسی پوچھنے والے کو جواب دیا کہ ''آنحضرت ﷺ کے اخلاق و اطوار قرآن کے عین مطابق تھے۔ پھر پوچھا کہ کیا تم نے قرآن کریم میں نہیں پڑھا وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ کہ اے رسول تو یقیناً اخلاق کے اعلیٰ ترین مقام پر ہے۔'' (مسند احمد، صفحہ 90)

اسی طرح ایک اور حدیث ہے کہ حضرت امام مالکؒ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔''

پس اخلاق کی تکمیل بھی اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کے ذریعہ کی۔ اور ان اخلاق کو سیکھنے کا سب سے اعلیٰ طریق آنحضرت ﷺ کا أسوۃ حسنۃ قرار دیا۔ یہ اعزاز بھی صرف اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو عطا کیا۔

انسانیت کے محسن اعظم سیدنا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کا جو مرتبہ قرآن کریم نے اور مسیح الزمان نے بیان کیا ہے اسکے باوجود آج بھی آپؐ دنیا کے مظلوم ترین انسان ہیں۔ آج نسل آدم کا بیشتر حصہ مقدسوں کے اس سردار کی شان و عظمت کا انکاری ہے۔ یہ انکار بالعموم جہالت اور ناواقفیت کا نتیجہ ہے تاہم کچھ افراد تعصب و عناد کے مجسمے ایسے بھی ہیں جو پاکبازوں کے آقا ﷺ کو گالیاں دینا اور آپ ﷺ کو برا کہنا آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر ناپاک الزام لگانا اپنی زندگی کا نصب العین سمجھتے ہیں۔

پس ہم جو آج اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ اس روئے زمین میں آنحضرت ﷺ سے جس رنگ میں ایک احمدی مسلمان محبت کرتا ہے اور کوئی نہیں کرتا تو ہمارا یہ فرض بن جاتا ہے کہ اگر ہم اسلام کی سچائی کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلا دیں اور نبیٔ اکرم ﷺ کے بلند اخلاق اور آپؐ کی قوت قدسیہ کی تاثیر کا ہر جگہ ایسا نمایاں چرچا کردیں جس کے بعد کسی مخالف کو آئندہ اس قسم کی بیہودہ حرکت کی جرأت نہ ہو تو ہم اپنے فرض کو ادا کرنے والے قرار پائیں گے۔ پس ضرورت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی صحیح سوانح عمری اور آپ ﷺ کی پاکیزہ سیرت کی اشاعت دنیا کے کونے کونے میں ہم کریں تا کہ یہ دنیا اس پاک نبی ﷺ کی مدح کے ترانے گانے لگے اور ہم سب کو خود بھی اپنے اخلاق میں اخلاق محمدیؐ کی جھلک پیدا کرنے اور دن رات سمجھ کر دل کی گہرائیوں سے رسول اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

......☆......☆......☆......

سلام بحضور سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم

از حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ

بدر گاہِ ذی شان خیر الانام شفیع الوریٰ مرجع خاص و عام
بصد عجز و منّت بصد احترام یہ کرتا ہے عرض آپؐ کا اِک غُلام
کہ اے شاہِ کونین عالی مقام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

حسینانِ عالم ہوئے شرمگیں جو دیکھا وہ حسن اور وہ نورِ جبیں
پھر اس پر وہ اخلاق اکمل تریں کہ دُشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خُلق کامل زہے حُسنِ تام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

خلائق کے دِل تھے یقیں سے تہی بُتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دُنیا پہ وہ چھا رہی کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہوا آپؐ کے دم سے اس کا قیام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

محبت سے گھائل کیا آپؐ نے دلائل سے قائل کیا آپؐ نے
جہالت کو زائل کیا آپؐ نے شریعت کو کامل کیا آپؐ نے
بیاں کر دیئے سب حلال و حرام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال وہ سب جمع ہیں آپؐ میں لامحال
صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال ہر اِک رنگ ہے بس عدیم المثال
لیا ظُلم کا عفو سے انتقام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

مقدّس حیات اور مُطہر مذاق اطاعت میں یکتا عبادت میں طاق
سوارِ جہاں گیر یکراں براق کہ بگذشت از قصر نیلی رواق
محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

علمدارِ عُشاقِ ذاتِ یگاں سپہدارِ افواجِ قُدوسیاں
معارف کا اِک قُلزمِ بیکراں افاضات میں زندۂ جاوداں
پلا ساقیا آبِ کوثر کا جام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

☆.....☆.....☆.....

حدیث نبوی ﷺ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
ہر مومن سے میرا تعلق اتنا قریبی ہے کہ
اتنا تعلق اسے اپنی جان سے بھی نہ ہوگا۔ (صحیح مسلم)

طالبِ دعا: افراد خاندان مکرم جے وسیم احمد صاحب مرحوم (چنتہ کنٹہ)

اسلام اور بانئ اسلام ﷺ سے بے پناہ عشق

منظوم کلام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے — کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے — یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا — نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا — کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے
تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے — ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے
آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند — ہر مخالف کو مقابل پہ بُلایا ہم نے
یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں — وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے
آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے — لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے
آج ان نوروں کا اِک زور ہے اِس عاجز میں — دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے
جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں — ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے
مصطفیٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت — اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام — دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
اُس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں — لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
موردِ قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کے ہم — جب سے عشق اس کا تہِ دل میں بٹھایا ہم نے
کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں — نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے
گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو — رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے
تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ — تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
تیری اُلفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ — اپنے سینہ میں یہ اِک شہر بسایا ہم نے
صفِ دشمن کو کیا ہم نے بہ حجت پامال — سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے
نور دکھلا کے تیرا سب کو کیا ملزم و خوار — سب کا دل آتشِ سوزاں میں جلایا ہم نے
نقشِ ہستی تری الفت سے مٹایا ہم نے — اپنا ہر ذرّہ تری رہ میں اڑایا ہم نے
تیرا میخانہ جو اِک مرجعِ عالم دیکھا — خُم کا خُم منہ سے بصد حرص لگایا ہم نے
شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے — تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے
چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات — لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے
دلبرا مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی — آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے
بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش — جب سے دل میں یہ ترا نقش جمایا ہم نے
دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا — نور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے
ہم ہوئے خیرِ امم تجھ سے ہی اے خیرِ رسل — تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام — مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ آ کے مرے پیارے آج
شور محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5)

★★★

خاتم النبیین کی تشریح علماءِ اُمت و بزرگانِ سلف وخلف کے اقوال کی روشنی میں

(۱) يُفَسِّرُوْنَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ بِاللَّبِنَةِ حَتّٰى اَكْمَلَتِ الْبُنْيَانُ وَمَعْنَاهُ النَّبِيُّ الَّذِيْ حَصَلَتْ لَهُ النُّبُوَّةُ الْكَامِلَةُ (مقدمہ ابن خلدون، صفحہ ۲۷۱)

ترجمہ: خاتم النّبیین کی تفسیر اس حدیث سے کی جاتی ہے جس میں ذکر ہے کہ ایک عمارت کی تعمیر ایک اینٹ کے ذریعہ مکمل ہوگئی اس سے مُراد ایسا نبی ہے جس کو کامل نبوّت حاصل ہوئی ہو۔

(۲) مَعْنٰى خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ اَنَّهُ لَا يَأْتِيْ بَعْدَهُ نَبِيٌّ يَنْسَخُ مِلَّتَهُ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ اُمَّتِهٖ
(موضوعات کبیر، صفحہ ۵۹)

ترجمہ: خاتم النبیّین کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو اس کی ملّت کو منسوخ قرار دے اور وہ آپ کی اُمّت میں سے نہ ہو۔

(۳) خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ اَيْ لَا يُوْجَدُ مَنْ يَّاْمُرُهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ بِالتَّشْرِيْعِ عَلَى النَّاسِ
(تفہیمات الٰہیہ، صفحہ ۵۳ مصنفہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ)

ترجمہ: مجھ پر نبی ختم کئے گئے کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کوئی شخص نہیں آئے گا جس کو اللہ سبحانہٗ لوگوں کے لئے شریعت دیکر بھیجے۔

(۴) اَنْبِيَاءُ الْاَوْلِيَاءِ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ نُبُوَّةَ الْقُرْبِ وَالْاِعْلَامِ وَالْحِكَمِ الْاِلٰهِيِّ لَا نُبُوَّةَ التَّشْرِيْعِ لِاَنَّ نُبُوَّةَ التَّشْرِيْعِ انْقَطَعَتْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔
(الانسان الکامل، جلد ۲، صفحہ ۱۰۹، سید عبدالکریم جیلیؒ)

ترجمہ: انبیاء الاولیاء سے ان کی مُراد قرب واعلام وحکمت ہائے الٰہیہ پر مشتمل نبوّت ہے نہ کہ تشریعی نبوّت۔ کیونکہ تشریعی نبوّت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر منقطع ہوگئی ہے۔

(۵) اِنَّ كَثِيْرًا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ نُبُوَّتُهُ نُبُوَّةُ الْوِلَايَةِ كَالْخَضِرِ فِيْ بَعْضِ الْاَقْوَالِ وَكَعِيْسٰى اِذَا نَزَلَ اِلَى الدُّنْيَا فَاِنَّهُ لَا يَكُوْنُ لَهُ نُبُوَّةُ التَّشْرِيْعِ۔
(الانسان الکامل، صفحہ ۸۴)

ترجمہ: نبیوں میں سے اکثر کی نبوّت نبوّتِ ولایت ہے۔ جیسے بعض اقوال کے مطابق خضر علیہ السلام ہیں یا عیسیٰ علیہ السلام جب دنیا میں نازل ہوں گے تو ان کے پاس نبوّت تشریعی نہیں ہوگی۔

(۶) لَا مُنَافَاةَ بَيْنَ اَنْ يَّكُوْنَ نَبِيًّا وَاَنْ يَّكُوْنَ تَابِعًا لِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيَانِ اَحْكَامِ شَرِيْعَتِهٖ وَاِتْقَانِ طَرِيْقَتِهٖ وَلَوْ بِالْوَحْيِ اِلَيْهِ۔
(مرقات شرح مشکوٰۃ، جلد ۵، صفحہ ۵۶۴)

ترجمہ: ان دو باتوں میں کوئی منافات نہیں کہ (ایک پہلو سے) وہ نبی ہوں۔ اور دوسری طرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوں۔ حضوؐر کی شریعت کے احکام کے بیان میں اور حضوؐر کی طریقت کی مضبوطی قائم کرنے میں خواہ ان معاملات میں ان کی طرف وحی ہی کیوں نہ ہو۔

(۷) اِنَّمَا النُّبُوَّةُ الَّتِيْ انْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هِيَ نُبُوَّةُ التَّشْرِيْعِ لَا مَقَامُهَا فَلَا شَرْعَ يَكُوْنُ نَاسِخًا لِشَرْعِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا مَعْنٰى قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ اَيْ لَا نَبِيَّ يَكُوْنُ عَلٰى شَرْعٍ يُخَالِفُ شَرْعِيْ اِذَا كَانَ يَكُوْنُ تَحْتَ حُكْمِ شَرِيْعَتِيْ۔ (فتوحات مکّیہ، باب ۷۳، جلد ۴، صفحہ ۱۰۰)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ وَلَا نَبِيَّ کے یہی معنی ہیں۔ یعنی کوئی نبی ایسی شریعت پر نہیں آئے گا جو میری شریعت کے مخالف ہو۔ جب بھی (کوئی نبی) ہوگا تو وہ میری شریعت کے حکم کے ماتحت ہوگا۔

(۸) فَالنُّبُوَّةُ سَارِيَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فِي الْخَلْقِ وَاِنْ كَانَ التَّشْرِيْعُ قَدِ انْقَطَعَ فَالتَّشْرِيْعُ جُزْءٌ مِنْ اَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ (ایضاً)

ترجمہ: نبوّت قیامت کے دن تک مخلوق میں جاری ہے۔ اگر چہ شریعت منقطع ہوچکی ہے۔ کیونکہ شریعت نبوّت کے اجزاء میں سے ایک جُزء ہے۔

(۹) قَالَ الْاِمَامُ مُلَّا عَلِيُّ الْقَارِيْ فِيْ تَفْسِيْرِ هٰذَا الْحَدِيْثِ لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ وَصَارَ نَبِيًّا وَكَذَا لَوْ صَارَ عُمَرُ نَبِيًّا لَكَانَ مِنْ اَتْبَاعِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَعِيْسٰى وَخَضِرَ وَاِلْيَاسَ فَلَا يُنَاقِضُ قَوْلَهُ تَعَالٰى خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ اِذِ الْمَعْنٰى اَنَّهُ لَا يَاْتِيْ بَعْدَهُ نَبِيٌّ يَنْسَخُ مِلَّتَهُ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ اُمَّتِهٖ۔ (موضوعاتِ کبیر، صفحہ ۵۸، ۵۹)

ترجمہ: امام مُلّا علی قاری نے اس حدیث کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے کہ اگر ابراہیمؓ زندہ رہتے اور نبی بن جاتے اور اسی طرح اگر عمرؓ نبی بن جاتے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں میں سے ہوتے۔ جس طرح عیسیٰ، خضر اور الیاس (علیہم السلام) ہیں۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کے قول خاتم النبیّین سے متناقض نہیں ہے جبکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ کے بعد ایسا نبی نہیں آئے گا جو آپؐ کی ملّت کو منسوخ کرے اور آپؐ کی اُمّت میں سے نہ ہو۔

(۱۰) انبیاء کے کامل تابعین ان کی کمال فرمانبرداری اور ان سے انتہائی محبّت کی بناء پر محض خدا تعالیٰ کی عنایت اور موہبت سے اپنے متبوع انبیاء کے تمام کمالات کو جذب کر لیتے ہیں اور پورے طور پر ان کے رنگ میں رنگین ہوجاتے ہیں۔ یہاں تک کہ متبوع انبیاء اور ان کے کامل تابعین میں سوائے اصل اور تبعیّت اور اوّلیت اور آخریت کے کوئی فرق نہیں رہتا۔

(مکتوبات مجدد الف ثانی، جلد ۱، مکتوب ۲۴۸)

(۱۱) سو اسی طور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصوّر فرمایئے یعنی آپ موصوف بوصفِ نبوّت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوّت بالعرض ہیں اوروں کی نبوّت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوّت کسی اور کا فیض نہیں۔ (تحذیر النّاس، صفحہ ۴)

(۱۲) غرض خاتمیتِ زمانی یہ ہے کہ دینِ محمدؐی بعد ظہور منسوخ نہ ہوا اور علوم نبوّت انتہا کو پہنچ جائیں۔ کسی اور نبی کے دین یا علم کی طرف بنی آدم کو احتیاج نہ رہے۔

(مناظرہ عجیبہ صفحہ ۴۰، ۴۱ مصنفہ مولانا محمد قاسم نانوتوی)

(۱۳) بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہوا تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ (تحذیر الناس، صفحہ ۲۸)

(۱۴) خاتم النبیین کے معنی ہیں متصف بوصف النبوۃ بالذات اور کامل نبی کے دوسرے انبیاء اسی کا نقش ہوں اور سارے فیضان اسی کے واسطہ سے حاصل کریں اور جو آپؐ کے بعد آئیں وہ آپ ہی کی پیروی اور اطاعت سے سب کچھ پائیں، انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے کوئی ذاتی کمال نہیں۔ (تحذیر الناس، صفحہ ۲۹)

(۱۵) کوئی مرتبہ شرف وکمال کا اور کوئی مقام عزّت وقرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلّی اور طفیلی طور پر ملتا ہے۔

(ازالہ اوہام، صفحہ ۱۳۸)

(بحوالہ کتاب حدیقۃ الصالین، مصنفہ مکرم مولانا ملک سیف الرحمٰن صاحب مرحوم، صفحہ نمبر 958)

......☆......☆......☆......

اخبار بدر اپنی ویب سائٹ www.akhbarbadrqadian.in پر بھی دستیاب ہے قارئین استفادہ کر سکتے ہیں۔(ایڈیٹر)

کلام الامام

’’اسلام حقیقی معرفت عطا کرتا ہے
جس سے انسان کی گناہ آلود زندگی پر موت آجاتی ہے۔‘‘
(ملفوظات جلد 4، صفحہ 344)

طالب دُعا: سکینۃ الدین صاحبہ، اہلیہ مکرم سلطان محمد الدین صاحب آف سکندر آباد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اسلام بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرو اور شکر کرو۔‘‘ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 181)

طالب دعا: امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

ارشاد حضرت امیر المومنین

’’جہاں یہ ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے نفس کی کمزوریوں کو دیکھے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ہم بحیثیت قوم اپنی کمزوریوں کو دیکھیں اور انکی نشاندہی کریں اور پھر بحیثیت قوم ان کا علاج اور تدارک کریں۔‘‘ (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 13 فروری 2015)

طالب دعا: برہان الدین چراغ ولد چراغ الدین صاحب
مع فیملی، افراد خاندان و مرحومین، ننگل باغباں، قادیان

ارشاد حضرت امیر المومنین

’’انسان کسی جگہ بھی بیٹھا ہوا ہو اگر اسے سلسلے کے اخبارات پہنچتے رہیں تو ایسا ہی ہوتا ہے جیسا پاس بیٹھا ہے خلافت سے مضبوط تعلق کیلئے ہر احمدی کو ایم.ٹی.اے سننے کی ضرورت ہے، اس کی عادت ڈالنی چاہئے۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ 4 مارچ 2016)

طالب دُعا: بشیر احمد مشتاق (صدر جماعت احمدیہ حلقہ ارم لین) سری نگر، جموں اینڈ کشمیر

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar.
And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab.
And published at office of the Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Harchowal Road, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad
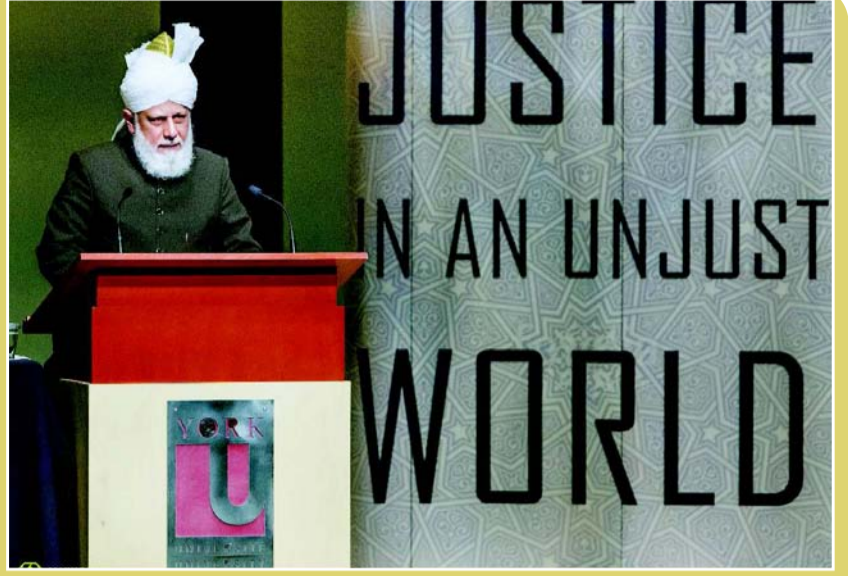
28 اکتوبر 2016ء کو یارک یونیورسٹی ٹورانٹو میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ خطاب فرماتے ہوئے، یہ کینیڈا کی تیسری سب سے بڑی یونیورسٹی ہے جس میں 53 ہزار طلبا ہیں

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ محترمہ لوئی آربر صاحبہ کو سال 2016 کا ''سر محمد ظفر اللہ خان ایوارڈ'' دیتے ہوئے نیز وزیر اعظم کینیڈا کی حضور انور سے ملاقات کی ایک تصویر

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز میڈیا کے نمائندگان سے مخاطب ہوتے ہوئے

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Tel : (0091) 82830-58886
Website : akhbarbadrqadian.in
: www.alislam.org/badr
E-mail :
badrqadian@rediffmail.com

Registered with the registrar of the newspapers for India at No. RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR *Qadian*

Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA

Vol. 66 **Thursday** **15-22 June 2017** **Issue No. 24-25**

MANAGER
NAWAB AHMAD
Tel : (0091) 94170-20616

SUBSCRIPTION
ANNUAL: Rs. 550
By Air : 50 Pounds or 80 U.S $
: 60 Euro or 80 Canadian Dollars

خانہ کعبہ: دُنیا کا سب سے پہلا معبد جو مسجد حرام کے درمیان واقع ہے۔اس پر سیاہ ریشمی غلاف چڑھا رہتا ہے۔خانہ کعبہ کی شکل مستطیل ہے،شمالاً جنوباً 44 فٹ لمبا اور شرقاً غرباً 33 فٹ چوڑا،اونچائی 45 فٹ ہے
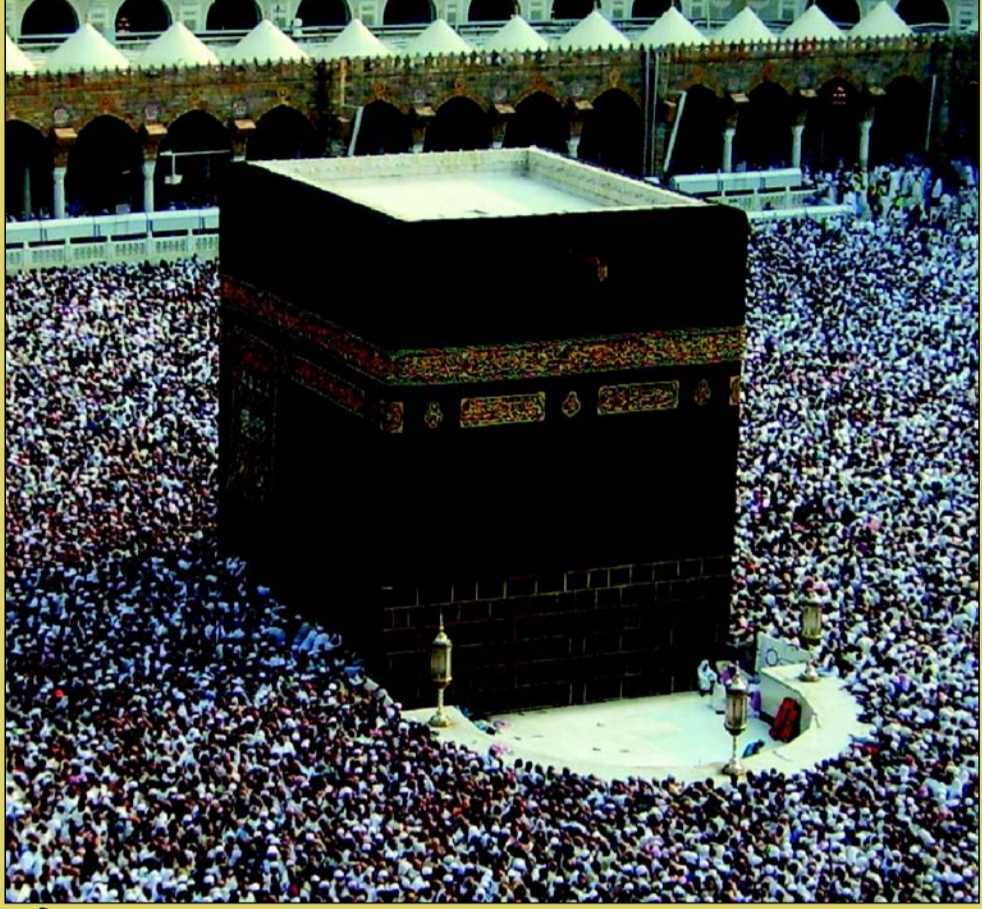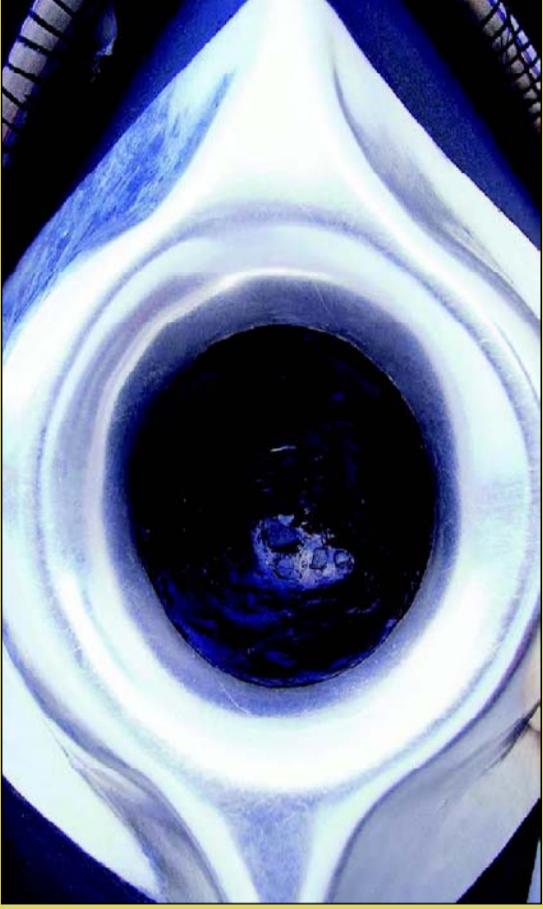
حجر اسود: خانہ کعبہ کے جنوب مشرقی کونہ کے پاس ایک سیاہ رنگ کا پتھر نصب ہے اسے حجر اسود کہتے ہیں جو بہت متبرک سمجھا جاتا ہے۔خانہ کعبہ کا طواف کرنے والا پہلے حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے پھر طواف شروع کرتا ہے

حطیم: خانہ کعبہ کی شمالی دیوار کے ساتھ بشکل کمان کچھ جگہ خالی ہے جسے حطیم کہتے ہیں

مقام ابراہیم: بیت اللہ کے دروازہ اور ملتزم کے سامنے ایک قبہ ہے اس میں وہ پتھر رکھا ہوا ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے کعبہ کی دیواریں چنی تھیں اسی جگہ کو جہاں پتھر رکھا ہے مقا ابراہیم کہتے ہیں

زمزم: مقام ابراہیم سے بائیں اور کعبہ سے بجانب مشرق واقع یہ وہ چشمہ ہے جو بوجہ پیاس حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ایڑیاں رگڑنے سے بطور نشان نمودار ہوا۔تصویر میں حجاج کرام زمزم کا پانی لیتے ہوئے

صفا اور مروہ: صفا اور مروہ پہلے دو چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں اب یہ جگہ ہموار ہوگئی ہے۔حج اور عمرہ کرنے والوں کو یہ حکم ہے کہ وہ صفا اور مروہ کے سات چکر لگائیں اسے سعی بین الصفا والمروہ کہتے ہیں

جمیل احمد ناصر پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر:-نگران بدر بورڈ قادیان